AL-HAYAT Research Journal
HJRS HEC Journal Recognition System Category Y
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 3 Issue 4 (July-Sep 2026)

انسائیکلوپیڈیا آف دی قرآن از Brill میں جمع و تدوینِ قرآن کے مباحث کا تنقیدی مطالعہ

A Critical Study of Discussions on the Collection and Compilation of the Quran in Brill's Encyclopaedia of the Qurʾān

Iram sardar
MPhil Scholar, Department of Arabic and Islamic studies University of Mianwali
Uzma Waseem
Assistant Professor Baqai Medical University, Karachi
Dr. Syed Adeel Shah
Visiting Lecturer, Riphah International University, Islamabad
Research Associate, Muslim Studies Centre, Islamabad

Abstract

The history of the collection and compilation of the Qurʾān (jamʿ al-Qurʾān) has become one of the most contested fields in contemporary Qurʾānic studies. Brill's Encyclopaedia of the Qurʾān (2001–2006), the most influential Western reference work on the subject, addresses this question chiefly in four entries: "Collection of the Qurʾān" by John Burton, "Codices of the Qurʾān" by Frederik Leemhuis, "Muṣḥaf" by Harald Motzki and "ʿUthmān" by Gabriel Said Reynolds. This article offers a critical reading of these entries from the standpoint of the classical Islamic sciences of the Qurʾān. Adopting a descriptive, analytical and critical method, it first reconstructs each contributor's argument from the primary text of the Encyclopaedia and then assesses it against the Qurʾān, the canonical ḥadīth collections, the principles of isnād criticism, the doctrine of mass oral transmission (tawātur) and recent manuscript and radiocarbon evidence. The study finds that the entries display a marked divergence: whereas Motzki's isnād-cum-matn analysis dates the traditional collection reports to the first Islamic century, Burton reduces the reports to legal fictions generated by the doctrine of abrogation, Reynolds treats the ʿUthmānic recension as the product of "speculation and apology", and Leemhuis foregrounds non-ʿUthmānic variants while conceding that no pre-ʿUthmānic codex has been identified. It argues that the sceptical positions rest on three recurring weaknesses: the subordination of historical reports to presumed doctrinal functions, the neglect of the primacy of oral transmission in the preservation of the Qurʾān, and the uncritical use of isolated and poorly attested reports. The mutually contradictory character of Western revisionist theories, together with the growing manuscript evidence for an early closure of the consonantal text, is shown to strengthen rather than weaken the coherence of the classical Muslim account. The article concludes with recommendations for a more balanced engagement between Muslim and Western scholarship on the textual history of the Qurʾān.

Keywords

Encyclopaedia of the Qurʾān; collection of the Qurʾān; muṣḥaf; ʿUthmānic codex; Companion codices; tawātur; John Burton; Harald Motzki; manuscripts.

CC BY

تمہید

قرآنِ مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

مفہوم: بے شک ہم ہی نے یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں[1]۔

اسی حفاظت کا ایک اہم مرحلہ قرآن کا جمع و تدوین ہے، یعنی وہ عمل جس کے ذریعے نبی اکرم ﷺ پر تیئس برس میں نازل ہونے والی وحی ایک مرتب اور مکمل مصحف کی صورت میں امت تک پہنچی۔ مسلمان علما نے صدیوں تک اس موضوع پر "جمع القرآن" کے عنوان سے مستقل ابواب اور کتابیں لکھیں اور اسے علوم القرآن کا ایک بنیادی باب قرار دیا۔ دوسری طرف انیسویں صدی سے مغربی مستشرقین نے بھی اس موضوع پر غیر معمولی توجہ دی کیونکہ قرآن کے متن کی تاریخ پر سوال اٹھانا دراصل اسلام کی اساس پر سوال اٹھانا ہے۔

برل (Brill) کے انسائیکلوپیڈیا آف دی قرآن (Encyclopaedia of the Qurʾān) میں جمع و تدوینِ قرآن کا موضوع کئی مقالات میں زیرِ بحث آیا ہے۔ ان میں سب سے اہم چار مقالات ہیں:

- جان برٹن[2] کا "Collection of the Qurʾān"
- فریڈرک لیمہوس[3] کا "Codices of the Qurʾān"
- ہیر الڈ موٹسکی[4] کا "Muṣḥaf"
- گیبریل سعید رینالڈز[5] کا "ʿUthmān"۔

ان کے علاوہ "Readings of the Qurʾān"، "Manuscripts of the Qurʾān" اور "Orthography" جیسے مقالات میں بھی یہ موضوع ضمناً آیا ہے۔

بیانِ مسئلہ

ان مقالات کی اہمیت یہ ہے کہ وہ ایک ایسے حوالہ جاتی کام کا حصہ ہیں جسے دنیا بھر کے طلبہ اور محققین "غیر جانب دار علمی ماخذ" سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جمعِ قرآن کی اسلامی روایات کو بالعموم شک کی نظر سے دیکھا گیا ہے اور بعض مقالات میں یہ روایات یا تو فقہی ضروریات کے تحت "گھڑی گئی" قرار دی گئی ہیں یا انہیں "قیاس آرائی اور مدافعت" کی پیداوار کہا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مصاحفِ صحابہ کی شاذ روایات کو نمایاں کر کے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ قرآن کا متن ابتدا میں غیر متعین تھا۔ اردو زبان میں ان مقالات کا ایسا مربوط اور تفصیلی تنقیدی مطالعہ جو انسائیکلوپیڈیا کے اصل متن پر مبنی ہو، ہماری معلومات کی حد تک اب تک سامنے نہیں آیا۔

سوالاتِ تحقیق

اس مقالہ میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تلاش کیے گئے ہیں:

1. اوّل: انسائیکلوپیڈیا آف دی قرآن کے متعلقہ مقالات جمع و تدوینِ قرآن کے بارے میں کیا دعوے پیش کرتے ہیں؟
2. دوم: یہ دعوے کن منہجی مفروضات پر قائم ہیں اور ان میں باہمی ہم آہنگی کس حد تک ہے؟
3. سوم: قرآن، صحیح احادیث، تواتر کے اصول، علمِ اسناد اور جدید مخطوطاتی شواہد کی روشنی میں ان دعووں کی علمی حیثیت کیا ہے؟

منہجِ تحقیق

اس تحقیق میں توصیفی، تجزیاتی اور تنقیدی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ ہر مقالہ نگار کا موقف انسائیکلوپیڈیا کی اصل انگریزی عبارت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور ضرورت کے مقام پر اصل عبارت کا مختصر اقتباس اور اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ پھر ان دعووں کا تجزیہ قرآن، صحیح احادیث، اصولِ حدیث، کلاسیکی علوم القرآن اور جدید

CC BY

مخطوطاتی تحقیقات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ مخالف موقف کے مثبت پہلوؤں کا اعتراف بھی کیا گیا ہے۔ عام قارئین کی سہولت کے لیے اصطلاحات اور شخصیات کا مختصر تعارف حواشی میں دیا گیا ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ

جمع قرآن پر مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دینے والی تحقیقات میں ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کی کتاب "The History of the Qur'anic Text" نمایاں ہے جس میں قرآن کی تاریخ کا تقابل عہد نامۂ قدیم وجدید کی تاریخ سے کیا گیا ہے[6]۔ مغربی دنیا میں ہیر الڈ موٹسکی نے جمع قرآن کی روایات کا اسنادی تجزیہ کر کے ان کی قدامت ثابت کی[7]۔ انسائیکلوپیڈیا میں برٹن کے مقالے پر عربی زبان میں ایک مختصر تنقیدی جائزہ عراق کے جریدے "آداب الکوفۃ" میں شائع ہوا ہے[8]۔ تاہم ان چاروں مقالات کو یکجا کر کے ان کے باہمی تضادات اور مشترکہ منہجی مفروضات کا جائزہ اردو میں اب تک نہیں لیا گیا۔ زیرِ نظر مقالہ اسی خلا کو پُر کرنے کی کوشش ہے۔

جمع وتدوینِ قرآن: اسلامی روایت کا خلاصہ

انسائیکلوپیڈیا کے مقالات کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ جمع قرآن کے بارے میں اسلامی روایت کا خلاصہ پیش کیا جائے تاکہ قاری کے سامنے وہ بنیاد واضح رہے جس پر تنقید کی جا رہی ہے۔ مسلم علما کے نزدیک قرآن کی حفاظت تین مراحل میں ہوئی:

- عہدِ نبوی ﷺ
- عہدِ صدیقی
- عہدِ عثمانی۔

پہلا مرحلہ: عہدِ نبوی میں حفظ وکتابت

قرآن کی حفاظت کا اصل ذریعہ ابتدا ہی سے حفظ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے وعدہ فرمایا کہ قرآن کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور اسے پڑھوانا اسی کے ذمے ہے:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۔ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۔ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾

(اے نبی ﷺ!) آپ اسے جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، بے شک اسے جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمے ہے، پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس کی قراءت کی پیروی کریں[9]۔

صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے پورا قرآن یا اس کے بڑے حصے حفظ کیے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جَمَعَ القُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعَةٌ، كُلُّهُمْ مِنَ الأَنْصَارِ :أُبَيٌّ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَبُو زَيْدٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ"

نبی ﷺ کے زمانے میں چار افراد نے جو سب انصار میں سے تھے، قرآن جمع (حفظ) کیا: ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوزید اور زید بن ثابت رضی اللہ عنھم[10]۔

حفظ کے ساتھ ساتھ کتابت کا اہتمام بھی تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے متعدد کاتبینِ وحی تھے اور ہر نازل شدہ حصہ آپ ﷺ کی نگرانی میں لکھا جاتا تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نُؤَلِّفُ القُرْآنَ مِنَ الرِّقَاعِ"

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس (بیٹھ کر) چمڑے کے ٹکڑوں سے قرآن کو ترتیب دیا کرتے تھے[11]۔

مزید یہ کہ ہر سال رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے اور آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری سال یہ دور دو مرتبہ ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

CC BY

"كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ القُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً، فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي العَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ"

(جبریل) ہر سال نبی ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال دو مرتبہ دور کیا[12]۔

اسی آخری دور کو علما "عرضۂ اخیرہ" کہتے ہیں اور یہ قرآن کی ترتیب اور منسوخ و غیر منسوخ کی تعیین میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس مرحلے میں قرآن مکمل طور پر لکھا ہوا موجود تھا البتہ ایک جلد میں یکجا نہیں تھا کیونکہ نزولِ وحی کا سلسلہ آپ ﷺ کی وفات تک جاری رہا۔

دوسرا مرحلہ: عہدِ صدیقی میں جمعِ قرآن

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جنگِ یمامہ میں بہت سے حفاظِ قرآن شہید ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس کا تفصیلی بیان صحیح بخاری میں خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کی زبانی موجود ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

"إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لاَ نَتَّهِمُكَ، وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَتَتَبَّعِ القُرْآنَ فَاجْمَعْهُ"

مفہوم: تم ایک سمجھ دار نوجوان ہو، ہم تم پر کوئی الزام نہیں رکھتے اور تم رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھا کرتے تھے، اس لیے قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو[13]۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن جمع کیا۔ علما نے وضاحت کی ہے کہ اس جمع میں ہر آیت کے لیے دو گواہوں کی شرط رکھی گئی تھی، یعنی آیت تحریری صورت میں بھی موجود ہو اور حفظ میں بھی اور یہ کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے لکھی گئی ہو[14]۔ یہ صحیفے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اور پھر ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

تیسرا مرحلہ: عہدِ عثمانی میں توحیدِ مصاحف

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اسلامی سلطنت وسیع ہوئی اور مختلف علاقوں کے لوگ قراءت کے اختلاف پر جھگڑنے لگے تو حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے آرمینیا اور آذربائیجان کی مہم سے واپس آ کر خلیفہ سے عرض کیا:

"يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، أَدْرِكْ هَذِهِ الأُمَّةَ، قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الكِتَابِ اخْتِلاَفَ اليَهُودِ وَالنَّصَارَى"

اے امیر المومنین! اس امت کو سنبھال لیجیے اس سے پہلے کہ یہ کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگیں[15]۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے صدیقی صحیفے منگوائے اور حضرت زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک کمیٹی کو ان کی نقلیں تیار کرنے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ اگر کسی لفظ کی کتابت میں اختلاف ہو تو قریش کے لہجے کے مطابق لکھا جائے کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا[16]۔ یہ نقلیں مختلف شہروں میں بھیجی گئیں اور ان کے علاوہ ذاتی مصاحف کو ختم کرنے کا حکم دیا گیا۔

اس اقدام پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، جن کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان بعد میں سیاسی اختلافات بھی رہے، اس اقدام کے بارے میں فرماتے تھے:

"لَا تَقُولُوا فِي عُثْمَانَ إِلَّا خَيْرًا، فَوَاللَّهِ مَا فَعَلَ الَّذِي فَعَلَ فِي الْمَصَاحِفِ إِلَّا عَنْ مَلَإٍ مِنَّا"

عثمان کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہ کہو، اللہ کی قسم! انہوں نے مصاحف کے بارے میں جو کچھ کیا وہ ہم سب کی موجودگی اور مشورے سے کیا[17]۔

یہ ہے جمعِ قرآن کی اسلامی روایت کا خلاصہ۔ اس روایت کی بنیاد صحیح بخاری کی متصل اور ثقہ اسانید پر ہے اور اس کی تائید امت کے مسلسل عمل اور قرآن کے متواتر نقل سے ہوتی ہے۔

آئندہ صفحات میں دیکھا جائے گا کہ انسائیکلوپیڈیا آف دی قرآن کے مقالات اس روایت سے کس طرح معاملہ کرتے ہیں۔

مغرب میں تاریخِ قرآن کے مطالعے کا پس منظر

انسائیکلوپیڈیا کے مقالات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مغرب میں قرآن کے متن کی تاریخ پر ہونے والے کام کا مختصر جائزہ لیا جائے کیونکہ یہ مقالات اسی علمی روایت کا تسلسل ہیں اور اکثر اسی کے مفروضات کو دہراتے ہیں۔

"نولڈیکے اور "تاریخ قرآن

مغرب میں قرآن کے متن کی تاریخ پر باقاعدہ علمی کام کا آغاز جرمن مستشرق تھیوڈور نولڈیکے کی کتاب "Geschichte des Qorāns" (تاریخ قرآن) سے ہوا جو 1860ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے تین حصے تھے:

1. قرآن کا آغاز اور اس کی تاریخی ترتیب
2. قرآن کی جمع وتدوین
3. قرآن کے متن کی تاریخ

بعد میں اس کا دوسرا ایڈیشن ان کے شاگرد فریڈرک شوالی نے مکمل کیا اور تیسرا حصہ گوتھلف برگشٹریسر اور اوٹو پریتسل نے مرتب کیا[18]۔ نولڈیکے نے جمعِ قرآن کی اسلامی روایات کو بڑی حد تک قبول کیا تاہم جمعِ صدیقی کی تفصیلات پر شکوک ظاہر کیے۔ اس کا بنیادی مفروضہ یہ تھا کہ قرآن نبی اکرم ﷺ کی "تصنیف" ہے اور اسی لیے اس نے قرآن کی سورتوں کو آپ ﷺ کی زندگی کے مختلف ادوار کے مطابق ترتیب دینے کی کوشش کی۔ یہی "تاریخی ترتیب" بعد میں مغربی قرآنی مطالعات کی بنیاد بن گئی۔

مصاحفِ صحابہ اور "تنقیدی ایڈیشن" کا منصوبہ

بیسویں صدی کے آغاز میں آسٹریلوی نژاد مستشرق آرتھر جیفری نے مصاحفِ صحابہ کی شاذ قراءتوں کو مختلف عربی مآخذ سے جمع کیا اور ابن ابی داود کی "کتاب المصاحف" کو 1936ء میں قاہرہ سے شائع کیا[19]۔ اسی زمانے میں جرمنی میں گوتھلف برگشٹریسر نے دنیا بھر سے قرآن کے قدیم مخطوطات کی تصاویر جمع کرنے کا منصوبہ شروع کیا۔ ان دونوں محققین کا مشترکہ مقصد قرآن کا ایک "تنقیدی ایڈیشن" (critical edition) تیار کرنا تھا (جیسا کہ بائبل کے لیے تیار کیا گیا تھا) یعنی ایسا متن جس کے حاشیے میں تمام قراءتیں اور مخطوطات کے اختلافات درج ہوں۔ یہ منصوبہ 1933ء میں برگشٹریسر کی وفات اور پھر دوسری جنگِ عظیم کی وجہ سے ادھورا رہ گیا[20]۔

اس منصوبے کا پس منظر خود اس کے مقاصد کو ظاہر کرتا ہے۔ بائبل کے تنقیدی ایڈیشنوں نے یہ ثابت کیا تھا کہ بائبل کا کوئی ایک "اصل" متن موجود نہیں اور اس کے مخطوطات میں ہزاروں اختلافات ہیں۔ مستشرقین کو توقع تھی کہ قرآن کے بارے میں بھی ایسا ہی نتیجہ سامنے آئے گا۔ لیکن اسلامی روایت میں قراءات کا ایک مکمل اور منظم علم پہلے سے موجود تھا جس میں ہر قراءت کی سند اور اس کے راویوں کی تفصیل محفوظ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ برٹن نے خود یہ تسلیم کیا کہ 1924ء کے مصری ایڈیشن کے بعد ایسے کسی منصوبے کی ضرورت باقی نہیں رہی[21]۔ مصر کا یہ ایڈیشن امام حفص کی روایت کے مطابق رسمِ عثمانی کی کلاسیکی کتب کی بنیاد پر تیار کیا گیا تھا اور یہ کسی ایک مخطوطے پر نہیں بلکہ قراءات کے متواتر علم پر مبنی تھا۔

جمعِ قرآن پر اسلامی علمی روایت

مغربی مطالعات کے برعکس اسلامی علمی روایت میں جمعِ قرآن کا موضوع ابتدا ہی سے ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتا ہے۔ تیسری صدی ہجری میں امام ابو عبید القاسم بن سلام نے "فضائل القرآن" میں اور ابن ابی داود السجستانی نے "كتاب المصاحف" میں جمعِ قرآن اور مصاحفِ صحابہ سے متعلق روایات کو اسانید کے ساتھ جمع کیا۔ پانچویں صدی ہجری میں امام ابو عمرو الدانی نے "المقنع" میں رسمِ عثمانی کی تفصیلات محفوظ کیں اور ساتویں صدی میں امام ابو شامہ المقدسی نے "المرشد الوجيز" میں جمعِ قرآن کی روایات پر تنقیدی بحث کی۔ بعد میں امام زرکشی کی "البرهان في علوم القرآن" اور امام سیوطی کی "الإتقان في علوم القرآن" میں یہ موضوع علومِ قرآن کے ایک باقاعدہ باب کی صورت میں آیا۔ ان تمام کتب کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں روایات کو ان کی اسانید کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اور ان کے صحیح وضعیف کی نشان دہی کی گئی ہے۔

CC BY

جدید دور میں علامہ محمد عبد العظیم الزرقانی کی "مناهل العرفان في علوم القرآن" میں جمعِ قرآن پر مستشرقین کے اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا[22] اور برصغیر میں متعدد اہلِ علم نے اردو میں اس موضوع پر لکھا۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کی کتاب جس کا ذکر پہلے ہو چکا، انگریزی میں اس موضوع پر مسلم نقطۂ نظر کی سب سے جامع پیش کش ہے۔ یہ پوری روایت اس بات کی گواہ ہے کہ مسلم علما نے جمعِ قرآن کی روایات کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کیا بلکہ انہیں تنقیدی جانچ سے گزارا۔ اسی لیے یہ کہنا درست نہیں کہ مغربی محققین نے پہلی بار ان روایات کا "تنقیدی" مطالعہ کیا؛ اصل فرق تنقید کے ہونے یا نہ ہونے کا نہیں بلکہ تنقید کے معیار اور اس کے مفروضات کا ہے۔

ترمیم پسند "مکتبِ فکر"

1970ء کی دہائی میں مغربی قرآنی مطالعات میں ایک نیا رجحان سامنے آیا جسے "ترمیم پسندی" (revisionism) کہا جاتا ہے۔ اس رجحان کے نمائندے جان وانزبرو کی کتاب "Quranic Studies" (1977ء) اور پیٹریشیا کرون[23] اور مائیکل کک[24] کی کتاب "Hagarism" (1977ء) تھیں[25]۔ اسی سال برٹن کی کتاب "The Collection of the Qurʾān" بھی شائع ہوئی۔ ان کتب نے اسلامی روایات پر مکمل عدم اعتماد کا اظہار کیا اور قرآن کی تاریخ کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کی کوشش کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک ہی سال میں شائع ہونے والی یہ کتب ایک دوسرے سے بالکل متضاد نتائج پر پہنچیں:

- وانزبرو کے نزدیک قرآن تیسری صدی ہجری میں مکمل ہوا۔
- کرون اور کک کے نزدیک اسلام کی ابتدا کی پوری کہانی ہی مختلف تھی۔
- برٹن کے نزدیک قرآن خود نبی ﷺ نے مرتب کیا۔

جدید تحقیقات اور رجحان کی تبدیلی

بیسویں صدی کے آخر اور اکیسویں صدی کے آغاز میں اس رجحان میں ایک نمایاں تبدیلی آئی۔ امریکی محققہ ایسٹیل وہیلن نے 1998ء میں یہ ثابت کیا کہ قبۃ الصخرہ (Dome of the Rock) کے کتبات اور ابتدائی اموی دور کے دیگر شواہد قرآن کے متن کی ابتدائی تدوین کی تائید کرتے ہیں اور یہ کہ قرآن کا متن عبد الملک کے زمانے سے پہلے ہی مسلّمہ تھا[26]۔ ہیرالڈ موٹسکی نے 2001ء میں روایاتِ جمع کا تفصیلی اسنادی تجزیہ پیش کیا[27]۔ پھر صنعاء کے مخطوطات اور برمنگھم و دیگر قدیم مخطوطات کے ریڈیو کاربن تجزیوں نے ثابت کیا کہ قرآن کے تحریری نسخے پہلی صدی ہجری کے نصفِ اول میں موجود تھے۔ ان تحقیقات کی روشنی میں "ترمیم پسند" نظریات کی بنیادیں کمزور ہو گئی ہیں اور خود مغربی علمی دنیا میں اب اس بات پر وسیع اتفاق پایا جاتا ہے کہ قرآن کا متن بنیادی طور پر ساتویں صدی عیسوی کے وسط تک متعین ہو چکا تھا۔

انسائیکلوپیڈیا آف دی قرآن اسی تبدیلی کے دوران مرتب ہوا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے مقالات میں دونوں رجحانات کی نمائندگی ملتی ہے:

- برٹن اور رینالڈز کے مقالات میں پرانے شکوک کا تسلسل نظر آتا ہے۔
- جبکہ موٹسکی اور کسی حد تک لیمہوس کے مقالات میں نئے رجحان کی جھلک ملتی ہے۔

جان برٹن کے نظریات کا تنقیدی جائزہ: "Collection of the Qurʾān" مقالہ

مقالے کا خلاصہ

انسائیکلوپیڈیا کی پہلی جلد میں جمعِ قرآن پر بنیادی مقالہ جان برٹن کا لکھا ہوا ہے جو تقریباً گیارہ صفحات پر مشتمل ہے[28]۔ مقالہ نگار اپنی کتاب "The Collection of the Qurʾān" میں پہلے ہی یہ نظریہ پیش کر چکا تھا کہ موجودہ مصحف خود نبی اکرم ﷺ کا مرتب کردہ ہے اور یہ کہ جمعِ قرآن کی وہ روایات (جو اسے آپ ﷺ کی وفات کے بعد کا واقعہ قرار دیتی ہیں) دراصل فقہائے نسخ کے نظریے کو سہارا دینے کے لیے وضع کیں[29]۔ انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ اسی نظریے کا خلاصہ ہے۔ مقالے کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔اوّل: جمعِ قرآن کی روایات کو "اسلامی تعریفات کے وسیع تر پس منظر" کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ یعنی یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ روایات کس فقہی یا کلامی ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔

2۔دوم: بااثر مفسرین اور فقہا کی اکثریت کا موقف یہ تھا کہ "پورا قرآن کبھی جمع نہیں ہوا"۔

3۔سوم: آیتِ رجم اور سورۃ الاحزاب کی طوالت سے متعلق روایات اس بات کی مثالیں ہیں کہ فقہی احکام کو قرآنی بنیاد فراہم کرنے کے لیے "مصحف سے غائب آیات" کا تصور گھڑا گیا۔

4۔چہارم: مصاحفِ صحابہ میں منقول اختلافات دراصل مسلّمہ متن میں "اضافے کی کوششیں" ہیں جو بعد کے فقہی اختلافات میں اپنے موقف کو قرآنی سند دینے کے لیے کی گئیں۔

5۔پنجم: جمعِ قرآن کو دانستہ طور پر نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کے زمانے میں رکھا گیا تاکہ نسخ کے نظریے کی گنجائش پیدا ہو کیونکہ اگر نبی ﷺ خود مصحف جمع کرتے تو کوئی ایسی آیت مصحف سے باہر نہ رہ سکتی تھی جس کا حکم باقی ہو۔

ذیل میں ان نکات کا ترتیب وار جائزہ لیا جاتا ہے۔

روایات کو "فقہی ضرورت" کی کسوٹی پر پرکھنے کا منہج

مقالہ نگار نے اپنے مقالے کا آغاز ہی اس اصول سے کیا ہے:

> Muslim reports on the collection of the Qurʾān must, like any other ḥadīth, be tested by exposure to the wider background of Islamic definition from which they emerged.[30]
>
> جمعِ قرآن کے بارے میں مسلم روایات کو کسی بھی دوسری حدیث کی طرح حاس وسیع تر اسلامی پس منظر کے سامنے رکھ کر پرکھا جانا چاہیے جس سے وہ پیدا ہوئیں۔

یہ اصول بظاہر معقول ہے لیکن عملاً اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی روایت کی صحت کا فیصلہ اس کی سند اور راویوں کی دیانت سے نہیں بلکہ اس سوال سے کیا جائے کہ وہ کس فقہی یا کلامی "فائدے" کی حامل ہے۔ اگر کوئی روایت کسی فقہی مسلک کے حق میں استعمال ہو سکتی ہو تو اسے اسی مسلک کی "پیداوار" قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس منہج کی بنیادی خامی یہ ہے کہ ہر وہ واقعہ جو کسی بعد کے بحث میں دلیل بنا، اس منہج کی رو سے مشکوک ہو جاتا ہے، حالانکہ کسی واقعے کا بعد میں دلیل کے طور پر استعمال ہونا اس کے واقعی ہونے کی نفی نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات اسی کی دلیل ہوتا ہے۔ کوئی فقیہ کسی ایسی روایت سے استدلال کیوں کرے گا جسے اس کے مخالفین بھی جانتے ہوں کہ وہ گھڑی ہوئی ہے؟

محدثین نے روایت کو پرکھنے کے لیے جو معیار مقرر کیے (یعنی اتصالِ سند، راویوں کی عدالت وضبط اور شذوذ وعلت سے پاک ہونا) وہ اسی خطرے سے بچنے کے لیے تھے کہ کوئی شخص اپنے مسلک کے حق میں روایت گھڑ لے۔ مقالہ نگار نے ان معیارات کو کہیں استعمال نہیں کیا۔ جمعِ صدیقی اور جمعِ عثمانی کی روایات صحیح بخاری میں امام زہری کی سند سے موجود ہیں اور ان کی سند پر محدثین نے کوئی جرح نہیں کی۔ ان روایات کو محض اس بنیاد پر مشکوک قرار دینا کہ ان سے بعد میں فقہی بحثوں میں استدلال کیا گیا، علمی تنقید کے بجائے ایک فکری مفروضے کا اطلاق ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسی انسائیکلوپیڈیا میں ہیر الڈ موٹسکی نے (جس کا ذکر آگے آئے گا) خود اسنادی تجزیے کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ روایات پہلی صدی ہجری کے آخر تک پہنچتی ہیں[31]۔

CC BY

پورا قرآن کبھی جمع نہیں ہوا": ایک غلط نسبت"

مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ بااثر مفسرین اور فقہا کی اکثریت کا موقف یہ تھا کہ پورا قرآن کبھی جمع نہیں ہوا اور یہی موقف نولڈیکے[32] کے بعد مغربی محققین نے بھی اختیار کیا[33]۔ یہ نسبت محلِ نظر ہے۔ مسلم علما میں سے کسی معتبر مفسر یا فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ قرآن کا کوئی ایسا حصہ جو نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت تلاوت کے لیے باقی تھا، مصحف میں جمع ہونے سے رہ گیا۔ علما نے جو بات کہی وہ یہ ہے کہ بعض آیات نبی ﷺ کی زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے منسوخ التلاوۃ ہو گئیں، یعنی ان کی تلاوت اٹھالی گئی اور اسی لیے وہ مصحف کا حصہ نہیں۔ ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلی بات قرآن کے "ضائع" ہونے کا دعویٰ ہے جبکہ دوسری بات اللہ تعالیٰ کے "اٹھالینے" کا بیان ہے جس کا ذکر خود قرآن میں ہے:

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا

ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں[34]۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ ۔ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ

ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے، سوائے اس کے جو اللہ چاہے[35]۔

ان آیات کی روشنی میں مسلم علما کا موقف یہ ہے کہ جو کچھ عرضۂ اخیرہ میں باقی رکھا گیا وہ سب کا سب مصحف میں جمع ہو گیا اور جو اس سے پہلے اٹھالیا گیا وہ اللہ کی مشیت سے اٹھایا گیا۔ امام ابن الجزری نے اسی لیے لکھا کہ قرآن کی نقل کا اصل اعتماد مصاحف کی تحریر پر نہیں بلکہ سینوں کے حفظ پر ہے[36]۔ برٹن کی تعبیر میں یہ فرق مٹ جاتا ہے اور "نسخِ تلاوت" کو "ضیاعِ قرآن" کے ہم معنی بنا دیا جاتا ہے۔

آیتِ رجم اور نسخِ تلاوت

مقالہ نگار نے آیتِ رجم کو اپنے نظریے کی اہم ترین دلیل بنایا ہے۔ ان کے بقول فقہا میں رجم کی سزا پر تقریباً اتفاق تھا جبکہ قرآن (سورۃ النور، آیت 2) میں زانی کے لیے سو کوڑوں کی سزا مذکور ہے۔ چنانچہ بعض فقہا نے یہ فرض کر لیا کہ رجم کی کوئی "آیت" تھی جو مصحف میں شامل نہیں ہوئی[37]۔

یہ تجزیہ واقعات کی ترتیب کو الٹ دیتا ہے۔ رجم کی سزا کی بنیاد کسی فقیہ کا "مفروضہ" نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کا متواتر عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبرِ رسول پر صحابہ کے مجمع میں یہ بات بیان فرمائی تھی:

"لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ، حَتَّى يَقُولَ قَائِلٌ :لاَ نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللَّهُ"

مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر ایک لمبا زمانہ گزرے گا یہاں تک کہ کوئی کہنے والا کہے گا: ہم کتاب اللہ میں رجم (کا حکم) نہیں پاتے اور یوں وہ اللہ کے نازل کردہ ایک فریضے کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں گے[38]۔

یہ روایت برٹن کے نظریے کی بجائے اس کے برعکس بات ثابت کرتی ہے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (جو خلیفہ تھے اور جن کے پاس اختیار بھی تھا) اس آیت کے قرآنی ہونے کا یقین تھا اور وہ اس کے حکم کو باقی بھی سمجھتے تھے، تو انہوں نے اسے مصحف میں شامل کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک مصحف میں صرف وہی شامل ہو سکتا تھا جس کی تلاوت باقی رکھی گئی ہو اور آیتِ رجم کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی اگرچہ اس کا حکم باقی تھا۔ یعنی یہ روایت جمعِ قرآن کے عمل میں صحابہ کی غیر معمولی احتیاط کی دلیل ہے۔ خلیفۂ وقت بھی اپنی ذاتی معلومات کی بنیاد پر مصحف میں ایک لفظ کا اضافہ نہیں کر سکتا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ خود مقالہ نگار نے تسلیم کیا ہے کہ آیتِ رجم کا متن کسی بھی مصحفِ صحابی کی طرف منسوب نہیں کیا گیا[39]۔ اگر صحابہ اپنے فقہی موقف کو قرآنی سند دینے کے لیے مصاحف میں "اضافے" کرتے تھے (جیسا کہ مقالہ نگار کا دعویٰ ہے) تو سب سے پہلے یہی آیت کسی نہ کسی مصحف میں شامل ہونی چاہیے تھی۔ اس کا کسی مصحف میں نہ ہونا خود برٹن کے نظریے کی تردید ہے۔

سورۃ الاحزاب کی طوالت سے متعلق روایات

مقالہ نگار نے حضرت ابی بن کعب، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے منسوب ان روایات کا ذکر کیا ہے جن کے مطابق سورۃ الاحزاب کبھی سورۃ البقرہ کے برابر تھی یا سورۃ التوبہ کا بڑا حصہ اب تلاوت نہیں کیا جاتا[40]۔ ان روایات کے بارے میں چند باتیں قابلِ غور ہیں:

- پہلی یہ کہ ان میں سے بیشتر کی اسانید پر محدثین نے کلام کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب روایت کی سند میں ضعیف راوی موجود ہیں۔
- دوسری یہ کہ جو روایات سند کے اعتبار سے قابلِ قبول ہیں، علما نے انہیں نسخِ تلاوت پر محمول کیا ہے، یعنی یہ حصے نبی ﷺ کی زندگی ہی میں اٹھا لیے گئے تھے، نہ کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ضائع ہوئے۔
- تیسری یہ کہ یہ روایات مصحف کی تکمیل کے خلاف نہیں جاتیں کیونکہ کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ جو حصہ وہ آخر تک تلاوت کرتے تھے وہ مصحفِ عثمانی میں شامل نہیں ہوا۔

مقالہ نگار نے ان روایات کی اسنادی حیثیت پر کوئی بحث نہیں کی اور انہیں ایک ہی صف میں رکھ کر قاری کو یہ تاثر دیا کہ قرآن کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔

مصاحفِ صحابہ: "اضافے کی کوششیں"؟

برٹن کا ایک اہم دعویٰ یہ ہے کہ مصاحفِ صحابہ میں منقول اختلافات دراصل "اضافے کی کوششیں" ہیں جو بعد کے فقہی گروہوں نے اپنے موقف کو قرآنی سند دینے کے لیے کیں[41]۔ اس کی مثال کے طور پر اس نے کفارۂ قسم کے روزوں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت "ثلاثة أيام متتابعات" (لگاتار تین دن) کا ذکر کیا ہے[42]۔

اس دعوے میں ایک حقیقت ہے جسے مسلم علما خود تسلیم کرتے ہیں اور ایک ایسا نتیجہ ہے جو اس حقیقت سے نہیں نکلتا۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام اپنے ذاتی مصاحف میں تفسیری الفاظ بھی لکھ لیتے تھے کیونکہ یہ مصاحف ان کے ذاتی استعمال کے لیے تھے اور ان میں متن اور تشریح کا امتیاز ان کے ذہن میں واضح تھا۔ علما نے ایسی قراءتوں کو "قراءتِ تفسیری" یا "شاذ" قرار دیا اور انہیں قرآن کا حصہ نہیں مانا۔ امام غزالی کا جو قول خود مقالہ نگار نے نقل کیا ہے، وہ یہی ہے کہ چونکہ ابن مسعود کا یہ اضافہ متواتر نہیں اس لیے قرآن کا حصہ نہیں اور ممکن ہے انہوں نے اسے تفسیر کے طور پر لکھا ہو[43]۔ لیکن اس حقیقت سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ صحابہ نے قرآن میں "اضافے کی کوشش" کی۔ تفسیری حاشیہ لکھنا اور متن میں دانستہ اضافہ کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔ مزید یہ کہ امت نے ان شاذ قراءتوں کو قرآن کا حصہ تسلیم نہیں کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کے متن کا معیار کسی ایک صحابی کی روایت نہیں بلکہ تواتر تھا۔ یوں برٹن کی پیش کردہ مثال قرآن کی حفاظت کے نظام کی کمزوری نہیں بلکہ اس کی مضبوطی کو ظاہر کرتی ہے۔ کوئی بھی قراءت، خواہ کتنے ہی بڑے صحابی سے منقول ہو، تواتر کے بغیر قرآن نہیں بن سکی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں معوذتین کے نہ ہونے کی روایت کو بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زر بن حبیش نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

"سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لِي: قِيلَ لِي فَقُلْتُ، قَالَ: فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ"

میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے کہا گیا تو میں نے کہا؛ پس ہم بھی وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا[44]۔

یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ معوذتین کا قرآن ہونا نبی ﷺ سے براہِ راست ثابت ہے اور ایک صحابی کی انفرادی رائے یا ان کا مصحف میں کسی سورت کو نہ لکھنا امت کے تواتر کے مقابلے میں حجت نہیں۔ علما نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن مانتے تھے مگر اپنے مصحف میں اس لیے نہیں لکھتے تھے کہ ان کے بھولے جانے کا اندیشہ نہ تھا۔ بہر حال ان کی رائے امت میں کبھی قبول نہیں کی گئی اور ان کی قراءت کے تمام متواتر طرق، مثلاً امام عاصم کی قراءت جو حضرت ابن مسعود ہی کے شاگردوں سے آئی، معوذتین پر مشتمل ہیں۔

زید و عثمان کا لیبل" اور سند کی تعیین"

مقالہ نگار کا ایک اور دعویٰ یہ ہے کہ مصحفِ عثمانی کی تیاری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مرکزی حیثیت دینا ایک "لیبل" تھا جو دیگر تمام قرآنی روایات پر فوقیت حاصل کرنے کے لیے "وضع" کیا گیا اور یہ کہ بعد کے زمانے میں کم عمر صحابہ کی روایات کو بڑی عمر کے صحابہ کی روایات پر ترجیح دی جانے لگی[45]۔

CC BY

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب کسی بعد کے "لیبل" کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کی ثابت شدہ اہلیت کا تقاضا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے سب سے نمایاں کاتبِ وحی تھے (جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے الفاظ "تم رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھا کرتے تھے" سے ظاہر ہے[46])۔ امام سیوطی نے "الإتقان" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ عرضۂ اخیرہ میں موجود تھے اور انہوں نے اسی آخری دور کا متن لکھ کر نبی ﷺ کو سنایا تھا اور خود برٹن نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے[47]۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت زید رضی اللہ عنہ کی حیثیت بعد میں "گھڑی" گئی ہوتی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اعتراض کی روایات جو خود اسی روایتی ذخیرے میں موجود ہیں، محفوظ نہ رکھی جاتیں۔ مسلم روایت نے ان اعتراضات کو چھپایا نہیں بلکہ پوری دیانت سے نقل کیا اور ساتھ ہی یہ بھی نقل کیا کہ صحابہ کی جماعت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اقدام کو سراہا۔ یہ ایک ایسی روایت کا طرزِ عمل ہے جو حقائق کو محفوظ کر رہی ہے، نہ کہ کسی "لیبل" کو مسلط کر رہی ہے۔

سبعۂ احرف اور قراءت کے اختلافات

مقالہ نگار نے ان روایات کا بھی ذکر کیا ہے جن کے مطابق صحابہ کرام کے درمیان قراءت کا اختلاف ہوا اور نبی اکرم ﷺ نے سب کی قراءت کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ ان کے بقول اس اختلاف کی توجیہ کے لیے علما نے پہلے لہجوں کے فرق کا نظریہ پیش کیا۔ پھر مترادفات کا اور جب یہ دونوں نظریات ناکافی ثابت ہوئے تو "متبادل توجیہات" تلاش کی گئیں۔ مثلاً یہ کہ ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ نے بعد میں اسلام قبول کیا تھا اس لیے انہوں نے وہ آیات یاد کی ہوں گی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں سنی تھیں[48]۔ یوں مقالہ نگار نے سبعۂ احرف کی پوری بحث کو یکے بعد دیگرے بدلتی "عذر تراشیوں" کے سلسلے کے طور پر پیش کیا ہے۔

یہ تعبیر علما کے اختلافِ رائے کو "عذر تراشی" سمجھنے کی غلطی پر مبنی ہے۔ سبعۂ احرف کی حدیث خود صحیح بخاری میں نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل ہوا ہے:

"إِنَّ هَذَا القُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ"

بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس اس میں سے جو آسان ہو اس کے مطابق پڑھو[49]۔

اس حدیث کی صحت پر کوئی اختلاف نہیں اور یہ متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ علما کا اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ "سات حروف" سے کیا مراد ہے: لہجے، الفاظ کے مترادفات، اعراب اور تلفظ کے فرق یا اختلافِ قراءت کی سات اقسام؟۔ کسی متن کی تعبیر میں علما کی آرا کا متنوع ہونا علمی تحقیق کی علامت ہے نہ کہ "عذر تراشی" کی۔ اگر کسی آسمانی کتاب یا قانونی متن کی تشریح میں اہلِ علم کے مختلف آرا ہوں تو اس سے متن کا غیر مستند ہونا لازم نہیں آتا۔

سبعۂ احرف کا مقصد، جیسا کہ حدیث کے الفاظ "جو آسان ہو" سے ظاہر ہے، مختلف قبائل اور زبانوں کے لوگوں کے لیے قراءت میں آسانی پیدا کرنا تھا اور یہ تمام صورتیں نبی اکرم ﷺ سے سنی ہوئی تھیں، کسی صحابی کی اپنی ایجاد نہیں تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصحف تیار کروایا تو اس کے رسم کو ایسا رکھا کہ وہ عرضۂ اخیرہ میں باقی رہنے والی ممکنہ قراءتوں کی گنجائش رکھ سکے اور یہی وجہ ہے کہ قراءاتِ متواترہ سب کی سب رسمِ عثمانی کے مطابق ہیں۔ خود مقالہ نگار نے تسلیم کیا ہے کہ علما صرف وہی قراءت قبول کرتے تھے جو رسمِ عثمانی، عربی قواعد اور صحیح سند تینوں کے مطابق ہو اور یوں قبول شدہ قراءتیں ایک مشترکہ متن کی مختلف ادائیگیوں سے زیادہ کچھ نہیں[50]۔ یہ اعتراف خود اس بات کی دلیل ہے کہ سبعۂ احرف کا نظام متن کی وحدت کو مجروح نہیں کرتا۔

برٹن کا مرکزی نظریہ: کیا جمعِ قرآن کو "دانستہ طور پر" مؤخر کیا گیا؟

برٹن کا مرکزی نظریہ مقالے کے آخر میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

> To accommodate the concept of abrogation, the collection had logically to be consciously and deliberately placed in the period following the Prophet's death.[51]

CC BY

نسخ کے تصور کی گنجائش پیدا کرنے کے لیے یہ منطقی طور پر ضروری تھا کہ جمع کو شعوری اور دانستہ طور پر نبی ﷺ کی وفات کے بعد کے زمانے میں رکھا جائے۔

اس نظریے کے کئی پہلو قابلِ غور ہیں۔

1. پہلی بات یہ کہ برٹن کا یہ موقف (کہ قرآن نبی اکرم ﷺ کے زمانے ہی میں مکمل طور پر لکھا اور مرتب ہو چکا تھا) ایک حد تک مسلم علما کے موقف سے ہم آہنگ ہے۔ مسلم علما بھی یہی کہتے ہیں کہ قرآن آپ ﷺ کی زندگی میں مکمل لکھا جا چکا تھا اور آیات کی ترتیب توقیفی (یعنی نبی ﷺ کی ہدایت کے مطابق) تھی۔ عہدِ صدیقی میں جو کام ہوا وہ نیا متن تیار کرنا نہیں بلکہ بکھرے ہوئے تحریری ذخیرے کو ایک جگہ یکجا کرنا تھا۔ لہٰذا برٹن اور مسلم علما میں اختلاف اس بات پر نہیں کہ قرآن کب لکھا گیا بلکہ اس بات پر ہے کہ کیا بعد کی روایاتِ جمع حقیقی واقعات کا بیان ہیں یا ایک فقہی ضرورت کے تحت گھڑی گئی کہانیاں۔
2. دوسری بات یہ کہ برٹن نے خود حافظ ابن حجر کا وہ قول نقل کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن کو ایک جلد میں اس لیے جمع نہیں فرمایا کہ آپ کی زندگی میں نسخ اور نئی وحی کا امکان باقی تھا اور جب آپ کی وفات سے وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اسے جمع کرنے کی توفیق دی[52]۔ یہ ایک نہایت فطری اور معقول توجیہ ہے: جب تک کوئی کتاب ابھی لکھی جا رہی ہو اسے حتمی جلد میں نہیں باندھا جاتا۔ برٹن اس فطری توجیہ کو "بعد کی عذر تراشی" قرار دیتا ہے لیکن اس کے خلاف کوئی تاریخی دلیل پیش نہیں کرتے۔
3. تیسری بات یہ کہ برٹن کا نظریہ ایک بنیادی سوال کا جواب نہیں دیتا کہ اگر جمعِ صدیقی اور جمعِ عثمانی کی روایات دوسری صدی ہجری کے فقہا نے گھڑی تھیں تو ان روایات کی اسانید پہلی صدی ہجری تک کیسے پہنچتی ہیں؟ موٹسکی کی تحقیق نے ثابت کیا کہ ان روایات کا "مشترکہ راوی" (common link) امام زہری ہیں جن کی وفات 124ھ میں ہوئی اور یہ روایات دوسری صدی کے ربعِ اول میں گردش میں تھیں جبکہ ان کا مواد پہلی صدی کی آخری دہائیوں تک جاتا ہے[53]۔ یعنی یہ روایات نسخ کے فقہی نظریے کی تشکیل سے پہلے موجود تھیں، اس لیے یہ اس نظریے کی "پیداوار" نہیں ہو سکتیں۔ اس طرح برٹن کا نظریہ اسی انسائیکلوپیڈیا کے ایک دوسرے مقالے سے رد ہو جاتا ہے۔
4. چوتھی بات یہ کہ برٹن کے نظریے کو (جیسا کہ آگے آئے گا) دوسرے مغربی محققین نے بھی قبول نہیں کیا۔ وانزبرو[54] کا نظریہ برٹن کے بالکل برعکس ہے اور لیمہوس نے انسائیکلوپیڈیا میں ان دونوں نظریات کا ذکر کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کے تضاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میدان میں کوئی واضح اور مسلّمہ نتیجہ سامنے نہیں آیا[55]۔

مقالے کا ایک قابلِ قدر اعتراف

انصاف کا تقاضا ہے کہ برٹن کے مقالے کے آخری حصے کا بھی ذکر کیا جائے۔ مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں جرمن مستشرق گوتھلف برگشٹریسر[56] اور آرتھر جیفری[57] وغیرہ نے قرآن کے ایک "تنقیدی ایڈیشن" کا منصوبہ بنایا تھا جو دوسری جنگِ عظیم کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکا اور پھر یہ اعتراف کیا کہ 1342ھ (1924ء) کے شاہی مصری ایڈیشن نے غالباً ایسے کسی منصوبے کو "غیر ضروری" بنا دیا تھا[58]۔ یہ اعتراف اس حقیقت کی شہادت ہے کہ قرآن کا متداول متن اپنی صحت کے اعتبار سے کسی بیرونی "تنقیدی تصحیح" کا محتاج نہیں۔ مقالہ نگار کا یہ جملہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن بیک وقت بے مثال ادبی دستاویز اور قانونی ماخذ ہے اور یہی دوہری حیثیت اس کی تاریخ کے بارے میں ان کے نقطۂ نظر کو متعین کرتی ہے[59]۔ تاہم مسلم نقطۂ نظر سے قرآن کی تاریخ کے بارے میں ان کا موقف کسی "حیثیت" سے متعین نہیں ہوتا بلکہ ان شواہد سے متعین ہوتا ہے جو ایک متصل اور متواتر نقل کی صورت میں ان تک پہنچے ہیں۔

CC BY

مصاحفِ صحابہ کا مسئلہ: "Codices of the Qurʾān" مقالہ

مقالے کا خلاصہ

فریڈرک لیمہوس کا مقالہ "Codices of the Qurʾān" ان ابتدائی مصاحف سے بحث کرتا ہے جو اسلام کے ابتدائی دور میں موجود تھے۔ مقالہ نگار نے ان مصاحف کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

1. مصحفِ عثمانی سے پہلے کے مصاحف۔
2. وہ مصاحف جن کا متن عثمانی ہے۔

مقالے کا آغاز ہی ایک اہم اعتراف سے ہوتا ہے:

> Until the present day, no pre-ʿUthmānic codices of the Qurʾān have been discovered and definitively identified.[60]
>
> آج تک قرآن کا کوئی ایسا مصحف دریافت نہیں ہوا جس کی قطعی طور پر شناخت مصحفِ عثمانی سے پہلے کے مصحف کے طور پر کی جا سکے۔

اس کے بعد مقالہ نگار نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت علی، حضرت عائشہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے منسوب مصاحف کی شاذ قراءتوں کا ذکر کیا ہے جو تفسیر کی کتابوں، شاذ قراءتوں کی کتابوں اور ابن ابی داود کی "کتاب المصاحف" میں محفوظ ہیں۔ ان کے بقول یہ اختلافات معمولی حرفی فرق سے لے کر پوری آیات اور سورتوں کے اضافے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں "سورۃ الخلع" اور "سورۃ الحفد" کا ہونا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کا نہ ہونا[61]۔ مقالہ نگار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءتوں کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان میں مترادفات، وضاحتی الفاظ اور آسان متبادلات پائے جاتے ہیں[62]۔

مقالے کے مثبت پہلو

یہ مقالہ نسبتاً متوازن ہے اور اس میں کئی ایسے اعترافات ہیں جو مسلم موقف کی تائید کرتے ہیں:

1. پہلا اعتراف وہی ہے جو اوپر نقل کیا گیا۔ یعنی کوئی قبل از عثمانی مصحف دریافت نہیں ہوا۔
2. دوسرا اعتراف یہ ہے کہ امام سفیان ثوری کی تفسیر اور ابن وہب کی "الجامع" میں شاذ قراءتوں کو الگ کر کے سورت کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے نصفِ اول میں یہ قراءتیں صرف تفسیری حیثیت رکھتی تھیں اور مصحفِ عثمانی کو، چند استثنا کے ساتھ مسلّمہ متن کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی[63]۔
3. تیسرا اعتراف یہ ہے کہ ان مصاحف کی جو قراءتیں رسمِ عثمانی کے مطابق تھیں وہ بعد میں قراءاتِ متواترہ کے نظام میں شامل ہو گئیں اور جو اس کے مطابق نہیں تھیں انہیں "شاذ" قرار دے کر تلاوت سے خارج کر دیا گیا[64]۔

یہ بیان دراصل اس اسلامی اصول کی تصدیق ہے کہ قرآن کی صحتِ قراءت کے لیے تین شرطیں ہیں:

- رسمِ عثمانی کی موافقت۔
- عربی قواعد کی موافقت۔
- صحیح سند۔

CC BY

شاذ قراءتوں کا مسئلہ

اس مقالے کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اس میں شاذ قراءتوں کو اس طرح پیش کیا گیا ہے گویا یہ قرآن کے "متبادل متن" کی صورتیں ہیں حالانکہ ان کی اکثریت یا تو تفسیری اضافے ہیں یا ایسی روایات جن کی سند کمزور ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف کی جن دو "سورتوں" کا ذکر کیا گیا ہے (یعنی "الخلع" اور "الحفد") وہ دراصل دعائے قنوت کے دو حصے ہیں جو آج بھی وتر کی نماز میں پڑھے جاتے ہیں ("اللهم إنا نستعينك ونستغفرك..." اور "اللهم إياك نعبد..."). حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ذاتی مصحف میں لکھ رکھا تھا (جیسا کہ لوگ اپنے مصاحف کے آخر میں دعائیں لکھ لیتے ہیں)۔ خود برٹن نے بھی انسائیکلوپیڈیا میں اس توجیہ کا ذکر کیا ہے[65]۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت ان کے شاگردوں کے ذریعے متواتر قراءات تک پہنچی ہے۔ مثلاً امام نافع، امام ابن کثیر اور امام ابو عمرو کی قراءتوں کی اسانید میں ان کا نام آتا ہے اور ان میں سے کسی قراءت میں یہ دو "سورتیں" شامل نہیں۔ اگر یہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآن کا حصہ ہوتیں تو ان کے شاگرد انہیں قرآن کے طور پر روایت کرتے۔

اسی طرح مقالہ نگار نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ سورۃ النور کی آیت 27 میں "تَسْتَأْنِسُوا" کاتب کی غلطی ہے اور اصل لفظ "تَسْتَأْذِنُوا" ہے[66]۔ مقالہ نگار نے اس روایت کی اسنادی حیثیت یا اس پر علما کے تبصرے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ محقق علما نے اس روایت کو قبول نہیں کیا کیونکہ یہ ایک ایسے مصحف میں "غلطی" کا دعویٰ ہے جس پر تمام صحابہ کا اجماع ہوا اور جو بعینہٖ متواتر طور پر پڑھا گیا۔ پھر لفظ "تستأنسوا" اپنے معنی میں بالکل درست اور بلیغ ہے کیونکہ "استیناس" کا مطلب ہے اجازت اور مانوسیت حاصل کرنا (یعنی گھر والوں کی آمادگی معلوم کرنا) جو محض "اجازت مانگنے" سے زیادہ جامع مفہوم ہے۔ ایک شاذ روایت کو بغیر کسی اسنادی جائزے کے پیش کرنا قاری کو یہ تاثر دیتا ہے کہ قرآن کے متن میں کتابت کی غلطیاں موجود ہیں۔

مقالہ نگار نے "اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں" والی عبارت کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ایک اضافے کے طور پر اور حدیث کی کتابوں میں نبی ﷺ کے ارشاد کے طور پر منقول ہے[67]۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ عبارت ایک ایسی سورت کا حصہ تھی جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی[68]۔ یعنی یہ مصحفِ عثمانی سے کسی آیت کے "رہ جانے" کی نہیں بلکہ نسخِ تلاوت کی ایک مثال ہے۔

صنعاء کے مخطوطات اور جدید تحقیق

مقالہ نگار نے 1972ء میں صنعاء کی جامع مسجد کی چھت سے دریافت ہونے والے قرآنی مخطوطات کا ذکر کیا ہے اور جرمن محقق گیرڈ روڈیگر پوئن[69] کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان میں سے بعض مخطوطات میں سورتوں کی ترتیب حضرت ابن مسعود اور حضرت ابی رضی اللہ عنہما کے مصاحف کی ترتیب سے ملتی جلتی ہے[70]۔ انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت کے بعد ان مخطوطات پر بہت اہم تحقیق سامنے آئی ہے۔ صنعاء کے ایک "پیلمپسیسٹ" (palimpsest) مخطوطے پر (یعنی ایسے مخطوطے پر جس کی پہلی تحریر مٹا کر اس پر دوبارہ لکھا گیا) بہنام صادقی اور اووے برگمان نے ریڈیو کاربن تجزیے اور متنی مطالعے کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ اس کا چمڑا ساتویں صدی عیسوی کے نصفِ اول کا ہے اور اس کی نچلی تحریر ایک ایسے مصحف کی نمائندگی کرتی ہے جو مصحفِ عثمانی سے مختلف مگر اسی نوعیت کا تھا جیسا کہ مصاحفِ صحابہ کے بارے میں اسلامی روایات بیان کرتی ہیں[71]۔ بعد کی ایک مفصل تحقیق میں صادقی اور محسن گودرزی نے یہ بھی دکھایا کہ مصحفِ عثمانی کا متن نبی ﷺ کے زمانے کے قرآن کی سب سے معتبر نمائندگی کرتا ہے اور اس کی روایت نہایت قدیم ہے[72]۔

یہ نتائج دو باتیں ثابت کرتے ہیں۔ پہلی یہ کہ اسلامی روایات میں مصاحفِ صحابہ کے جن اختلافات کا ذکر ہے، وہ کوئی بعد کی "ایجاد" نہیں بلکہ ایک حقیقی تاریخی صورتِ حال کی عکاسی کرتے ہیں جس سے برٹن کا یہ نظریہ کمزور پڑ جاتا ہے کہ مصاحفِ صحابہ کی قراءتیں بعد کی فقہی ضرورت کے تحت گھڑی گئیں۔
دوسری یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اقدام کی جو وجہ روایات میں بیان ہوئی ہے۔ یعنی مختلف مصاحف کی وجہ سے پیدا ہونے والا اختلاف، وہ بھی حقیقی تھی۔ یوں جدید مخطوطاتی تحقیق اسلامی روایت کی تردید نہیں بلکہ تصدیق کرتی ہے۔

CC BY

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اعتراض اور حجاج بن یوسف کا کردار

مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا مصحف ختم کرنے سے انکار کیا اور ان کی قراءت وہاں ایک عرصے تک رائج رہی۔ یہاں تک کہ تقریباً ستر برس بعد مشہور اموی گورنر حجاج بن یوسف[73] نے اسے دبانے کی ضرورت محسوس کی[74]۔ یہ بیان بعض "ترمیم پسند" محققین کے اس دعوے کی بنیاد بنا ہے کہ حجاج نے قرآن کے متن میں تبدیلیاں کیں۔

اس سلسلے میں چند حقائق پیشِ نظر رہنے چاہییں۔

1. پہلی بات یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اعتراض اس بات پر نہیں تھا کہ مصحفِ عثمانی کا متن غلط ہے بلکہ اس بات پر تھا کہ مصحف کی تیاری کا کام ان کے بجائے ایک کم عمر صحابی کو کیوں سونپا گیا۔ ان کی قراءت کے متواتر طرق (مثلاً امام عاصم، امام حمزہ اور امام کسائی کی قراءتیں جو کوفہ میں ان کے شاگردوں کے ذریعے پھیلیں سب کی سب) رسمِ عثمانی کے مطابق ہیں۔ اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قرآن مصحفِ عثمانی سے بنیادی طور پر مختلف ہوتا تو ان کے شاگردوں کی متواتر قراءتیں اس اختلاف کی عکاسی کرتیں۔
2. دوسری بات یہ کہ حجاج کے زمانے تک مصحفِ عثمانی کی نقلیں پوری اسلامی دنیا، یعنی حجاز، شام، عراق، مصر اور یمن، میں پھیل چکی تھیں اور ہر جگہ ہزاروں حفاظ موجود تھے۔ کسی ایک گورنر کے لیے (خواہ وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو) پوری امت کے سینوں میں محفوظ متن کو بدلنا ممکن نہ تھا اور اگر اس نے ایسی کوئی کوشش کی ہوتی تو اس کے مخالفین (جن کی تعداد بہت زیادہ تھی) اسے اس کے خلاف سب سے بڑی دلیل بنا لیتے۔
3. تیسری بات یہ کہ حجاج کی طرف جو کام منسوب ہے وہ متن میں تبدیلی نہیں بلکہ نقطوں اور اعراب کی اصلاح ہے جس کا مقصد غیر عرب مسلمانوں کے لیے تلاوت کو آسان بنانا تھا۔ ایسٹیل و ہیلن کی تحقیق نے بھی یہ دکھایا ہے کہ عبد الملک کے دور میں قرآن کا متن پہلے سے مسلّمہ تھا اور اس دور میں ہونے والا کام کتابت اور نشر و اشاعت سے متعلق تھا[75]۔

املا کا اختلاف اور متن کی وحدت

مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ اگرچہ رسمِ عثمانی کا تصور ایک یکساں متن کا تاثر دیتا ہے لیکن قدیم ترین مخطوطات میں املا کا خاصا اختلاف پایا جاتا ہے (خصوصاً الف اور ہمزہ کی کتابت میں) یہاں تک کہ بعض مخطوطات میں لفظ "قرآن" بھی "قرن" لکھا ہوا ملتا ہے[76]۔ یہ بات درست ہے مگر اس کی اہمیت محض املائی ہے۔ عربی رسم الخط ابتدائی دور میں ارتقا کے مرحلے میں تھا اور ایک ہی لفظ مختلف املا سے لکھا جاتا تھا جبکہ اس کی ادائیگی ایک ہی رہتی تھی۔ علمِ رسمِ مصحف کے ماہرین (مثلاً امام ابو عمرو الدانی نے "المقنع" میں) ان املائی خصوصیات کو تفصیل سے محفوظ کیا ہے۔ چونکہ قرآن کی نقل کا اصل ذریعہ تلاوت تھا اس لیے املا کا یہ تنوع متن کے اختلاف کا باعث نہیں بنا۔

نظریات کا تضاد

مقالے کے آخر میں لیمہوس نے وانزبرو اور برٹن کے نظریات کا تقابل کیا ہے۔ وانزبرو کے بقول قرآن نے اپنی حتمی صورت پہلی دو صدیوں کے دوران اختیار کی اور مصحفِ عثمانی اور مصاحفِ صحابہ کی تمام روایات "افسانہ" ہیں جو یہودی کتبِ مقدسہ کی ترتیب کے تصورات کے نمونے پر بنائی گئیں۔ اس کے برعکس برٹن کے بقول قرآن خود نبی ﷺ نے جمع کیا۔ لیمہوس نے نتیجہ نکالا کہ ان دو متضاد نظریات سے ظاہر ہے کہ قدیم مصاحف کے خطاطی کے مطالعے سے اب تک کوئی واضح اور مسلّمہ نتیجہ سامنے نہیں آیا[77]۔ یہ اعتراف خود ایک اہم منہجی نتیجے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب مغربی محققین اسلامی روایت کو رد کرتے ہیں تو ان کے پاس اس کا کوئی متفقہ متبادل نہیں ہوتا اور ہر محقق اپنی الگ تاریخ تعمیر کرتا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی روایت چودہ صدیوں سے ایک ہی مربوط بیان پیش کرتی ہے جس کی تائید اب جدید شواہد بھی کر رہے ہیں۔

ہیر الڈ موٹسکی کا متوازن موقف: "Muṣḥaf" مقالہ

مقالے کا خلاصہ اور مثبت پہلو

ہیر الڈ موٹسکی کا مقالہ "Muṣḥaf" انسائیکلوپیڈیا میں جمعِ قرآن سے متعلق سب سے متوازن مقالہ ہے۔ مقالہ نگار نے پہلے جمعِ قرآن کے بارے میں مسلم موقف کو تفصیل اور دیانت سے بیان کیا ہے۔ پھر مغربی محققین کے مختلف نظریات کا ذکر کیا ہے:

- فریڈرک شوالی[78] نے جمعِ صدیقی کی تاریخیت کا انکار کیا۔
- پال کازانووا[79]، الفونس منگانا[80] اور کرون وکک نے اسے عبد الملک کے زمانے سے منسوب کیا۔
- وانزبرو نے تیسری صدی ہجری سے
- برٹن نے خود نبی ﷺ کے زمانے سے[81]

اس کے بعد مقالہ نگار نے اپنی تحقیق کا نتیجہ پیش کیا:

> Both were already in circulation by the first quarter of the second/eighth century. The content of these traditions probably goes back to the last decades of the first/seventh century.[82]
>
> یہ دونوں روایات دوسری صدی ہجری کے ربعِ اول تک گردش میں تھیں اور ان کا مواد غالباً پہلی صدی ہجری کی آخری دہائیوں تک جاتا ہے۔

مقالہ نگار کے بقول اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کے نصفِ دوم میں ایک سرکاری مصحف موجود تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ مسلّمہ متن کی ابتدا کے لیے ایک معقول تاریخ ہے جس کی تائید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق کئی ایسی روایات سے ہوتی ہے جو ایک دوسرے سے آزاد معلوم ہوتی ہیں[83]۔ یہ نتیجہ مسلم موقف کی ایک اہم مغربی تائید ہے۔ موٹسکی نے یہ نتیجہ ان طریقوں سے اخذ کیا ہے جو مغربی علمی دنیا میں معتبر سمجھے جاتے ہیں اور ان کی تفصیلی تحقیق ایک مستقل مقالے کی صورت میں شائع ہوئی[84]۔ اس مقالے میں اس نے ان مغربی نظریات پر بھی تنقید کی جو اسلامی روایات کو بلا تحقیق رد کر دیتے ہیں۔

تحفظات

اس مثبت پہلو کے باوجود موٹسکی کے مقالے میں دو باتیں قابلِ توجہ ہیں۔

1. پہلی بات یہ کہ مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ قرآن کا کوئی متن یا اس کا کوئی حصہ نبی ﷺ کی زندگی کے زمانے کا قرار نہیں دیا جا سکتا اور قدیم مخطوطات کم یاب ہیں اور ان کی تاریخ متنازع ہے[85]۔ یہ بات انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت کے وقت کسی حد تک درست تھی لیکن بعد کی تحقیقات نے صورتِ حال بدل دی ہے۔ برمنگھم یونیورسٹی میں محفوظ قرآنی مخطوطے کے چمڑے کا ریڈیو کاربن تجزیہ 568ء اور 645ء کے درمیان کا زمانہ بتاتا ہے[86] اور صنعاء کے مخطوطے کے بارے میں صادقی اور برگمان کی تحقیق کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہ شواہد ثابت کرتے ہیں کہ قرآن کے تحریری نسخے نبی ﷺ کی وفات کے فوراً بعد بلکہ ممکنہ طور پر آپ ﷺ کی زندگی ہی کے زمانے کے، موجود ہیں۔
2. دوسری بات یہ کہ مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ ان روایات کی ابتدائی تاریخ کا ان کی تفصیلات کی صحت پر کیا اثر ہے، یہ ابھی تحقیق طلب ہے[87]۔

مسلم نقطۂ نظر سے یہ تحفظ ایک بنیادی منہجی فرق کی نشان دہی کرتا ہے۔ مغربی منہج قرآن کی حفاظت کے سوال کو صرف تحریری روایات اور مخطوطات کے دائرے میں دیکھتا ہے جبکہ اسلامی روایت میں قرآن کی حفاظت کا اصل ذریعہ تحریر نہیں بلکہ حفظ اور تلاوت کا متواتر سلسلہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیثِ قدسی میں قرآن کی اسی خصوصیت کو بیان فرمایا:

CC BY

"وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ، تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانَ"

مفہوم: اور میں نے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکتا، آپ اسے سوتے اور جاگتے پڑھتے ہیں[88]۔

قرآن خود بھی اپنی اس حیثیت کو بیان کرتا ہے:

﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾

مفہوم: بلکہ یہ تو واضح آیات ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے[89]۔

اس لیے مسلم نقطۂ نظر سے روایاتِ جمع کی "تفصیلات" کی تحقیق مفید ضرور ہے مگر قرآن کے متن کی صحت اس پر موقوف نہیں۔ اگر بالفرض جمعِ قرآن کی کسی روایت کی کوئی تفصیل ثابت نہ بھی ہو تب بھی قرآن کا متن نسل در نسل لاکھوں حفاظ کے ذریعے جس طرح منتقل ہوا، وہ اس کی صحت کی ایسی دلیل ہے جو کسی ایک روایت کی محتاج نہیں۔

نیم افسانوی شخصیت "کا تصور" :"Uthmān" مقاله

مقالے کا خلاصہ

تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ گیبریل سعید رینالڈز کا لکھا ہوا ہے۔ مقالہ نگار نے پہلے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جمعِ عثمانی کا واقعہ بیان کیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ بیشتر محققین جمعِ عثمانی کی تاریخیت کو جمعِ صدیقی کی روایات پر ترجیح دیتے ہوئے قبول کرتے ہیں[90]۔ لیکن اس کے بعد وہ اپنی رائے یوں بیان کرتا ہے:

A number of factors ... suggest that it is more the product of speculation and apology than historical dictation.[91]

متعدد عوامل... یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ (روایت) تاریخی بیان کے بجائے قیاس آرائی اور مدافعت کی پیداوار زیادہ ہے۔

ان عوامل میں اس نے مختلف روایات کے باہمی اختلاف، جمعِ صدیقی کی روایات سے تکرار اور واقعات سے مآخذ کے زمانی فاصلے کا ذکر کیا ہے۔ مقالے کے آخر میں وہ لکھتا ہے کہ بعض محققین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مسلّمہ متن کا قائم کرنے والا مانتے ہیں اور بعض انہیں "اسلامی نجات کی تاریخ کی ایک نیم افسانوی شخصیت" سمجھتے ہیں اور یہ کہ جمعِ عثمانی کی روایت ایک "واضح مقصد" پورا کرتی ہے۔ وہ مقصد مسلمانوں کو یقین دلانا ہے کہ ان کا مصحف وہی قرآن ہے جو آسمان سے نازل ہوا[92]۔

تنقیدی جائزہ

اس مقالے میں وہی منہج کار فرما ہے جو برٹن کے مقالے میں تھا یعنی کسی روایت کے "مقصد" یا "فائدے" کو اس کے غیر تاریخی ہونے کی دلیل بنانا۔ یہ درست ہے کہ جمعِ عثمانی کی روایت مسلمانوں کو یقین دلاتی ہے کہ ان کا مصحف وہی قرآن ہے جو نازل ہوا لیکن اس سے یہ نتیجہ کیسے نکلتا ہے کہ یہ روایت گھڑی ہوئی ہے؟ ہر سچا تاریخی بیان بھی کوئی نہ کوئی "مقصد" پورا کرتا ہے۔ اگر کسی بیان کا مفید ہونا اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہو تو تاریخ کا ہر بیان مشکوک ہو جائے گا۔

روایات کے "باہمی اختلاف" کا مسئلہ بھی اتنا سنگین نہیں جتنا پیش کیا گیا ہے۔ جمعِ صدیقی اور جمعِ عثمانی دو الگ واقعات ہیں جن کے مقاصد مختلف تھے: پہلے کا مقصد بکھرے ہوئے تحریری ذخیرے کو ایک جگہ محفوظ کرنا تھا اور دوسرے کا مقصد اس محفوظ متن کی بنیاد پر مستند نقلیں تیار کر کے امت کو ایک مصحف پر جمع کرنا تھا۔ ان دونوں کو "تکرار" سمجھنا ان کے مقاصد کے فرق کو نظر انداز کرنا ہے۔ جہاں تک تفصیلات کے جزوی اختلافات کا تعلق ہے تو کسی بھی حقیقی تاریخی واقعے کے مختلف عینی بیانات میں جزوی اختلاف ہوتا ہے اور مؤرخین اسے واقعے کے گھڑے ہوئے ہونے کی نہیں بلکہ بیانات کے آزاد ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔ اگر یہ روایات کسی ایک مرکز سے "گھڑی" جاتیں تو ان میں مکمل یکسانیت ہوتی۔

پھر یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اقدام کی تائید ایسے متعدد آزاد ذرائع سے ہوتی ہے جن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا قول اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اعتراض کی روایات۔ خود موٹسکی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ سے متعلق کئی روایات ایک دوسرے سے آزاد معلوم ہوتی ہیں[93]۔ یوں انسائیکلوپیڈیا کے دو مقالات اس مسئلے پر ایک دوسرے کے برعکس موقف رکھتے ہیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ جمعِ عثمانی کی تاریخیت کی سب سے مضبوط دلیل خود قرآن کے قدیم مخطوطات ہیں۔ دنیا کے مختلف علاقوں یعنی حجاز، شام، یمن، مصر اور عراق، سے ملنے والے قدیم ترین مخطوطات میں قرآن کا رسم بنیادی طور پر ایک ہی ہے اور ان میں صرف املا کے معمولی فرق پائے جاتے ہیں۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے محقق نکولائی سینائی[94] نے اپنی تحقیق میں اسی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ قرآن کا رسم ساتویں صدی عیسوی کے وسط کے آس پاس حتمی صورت اختیار کر چکا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور سے مطابقت رکھتا ہے[95]۔ وانزبرو کا یہ استدلال کہ مصحفِ عثمانی سے مختلف کوئی متن موجود نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت قرآن کی "دیر سے تشکیل" کو چھپانے کے لیے گھڑی گئی[96]، الٹا استدلال ہے۔ پوری اسلامی دنیا میں رسم کی یہ یکسانیت اسی وقت ممکن تھی جب ایک مرکزی اور ابتدائی اقدام کے ذریعے مستند نقلیں مختلف شہروں میں بھیجی گئی ہوں اور یہی وہ بات ہے جو جمعِ عثمانی کی روایت بیان کرتی ہے۔

ایک اور قابلِ غور پہلو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو "نیم افسانوی شخصیت" کہنے کی تعبیر ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کی ان شخصیات میں سے ہیں جن کے بارے میں سب سے زیادہ تفصیلی معلومات موجود ہیں حتیٰ کہ ان کی شہادت کا واقعہ اسلامی تاریخ کے پہلے بڑے سیاسی بحران کا نقطۂ آغاز بنا جسے ہر مکتبِ فکر کے مؤرخین نے تفصیل سے لکھا۔ ایسی شخصیت کو "نیم افسانوی" کہنا یا اس رائے کو بغیر تنقید کے نقل کرنا علمی توازن کے خلاف ہے۔ یہ تعبیر دراصل ان "ترمیم پسند" نظریات کی عکاسی کرتی ہے جو اسلام کی پوری ابتدائی تاریخ کو مشکوک قرار دیتے ہیں اور جن کی کمزوری پر خود مغربی علمی دنیا میں تنقید کی جا چکی ہے۔

مخطوطاتی شواہد کی گواہی: "Manuscripts of the Qurʾān" مقالہ

مقالے کا خلاصہ

جمعِ قرآن کی بحث میں انسائیکلوپیڈیا کا ایک اور اہم مقالہ "Manuscripts of the Qurʾān" ہے جو فرانسیسی ماہرِ مخطوطات فرانسوا دیروش[97] کا لکھا ہوا ہے۔ اگرچہ یہ مقالہ براہِ راست جمعِ قرآن کی روایات سے بحث نہیں کرتا مگر اس کا تعلق اس موضوع سے نہایت گہرا ہے کیونکہ جمعِ قرآن کے بارے میں مغربی شکوک کی ایک بڑی بنیاد یہی دعویٰ رہا ہے کہ ابتدائی دور کے مخطوطات موجود نہیں یا وہ اسلامی روایت سے مطابقت نہیں رکھتے۔

مقالہ نگار نے پہلے ان "قبل از عثمانی" مخطوطات کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں دعویٰ کیا گیا کہ وہ مصحفِ عثمانی سے پہلے کے ہیں۔ مثلاً الفونس منگانا اور ایگنس اسمتھ لیوس[98] کے شائع کردہ پیلمپسیسٹ اوراق۔ ان کے بارے میں مقالہ نگار کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ یقیناً قدیم ترین اوراق میں سے ہیں مگر ایسا کوئی اشارہ نہیں جس سے ثابت ہو کہ یہ لازمی طور پر دوسرے مخطوطات سے پہلے کے ہیں[99]۔ اس کے بعد مقالہ نگار نے "حجازی" رسم الخط میں لکھے گئے قدیم ترین مخطوطات پر بحث کی ہے اور یہ اہم نتیجہ پیش کیا ہے:

> The earliest Qurʾān manuscripts and fragments do not contradict the information provided by the Islamic sources about the "edition" of an official recension of the Qurʾān by the third caliph, ʿUthmān.[100]
>
> قرآن کے قدیم ترین مخطوطات اور اوراق تیسرے خلیفہ عثمان کی جانب سے قرآن کے ایک سرکاری نسخے کی "اشاعت" کے بارے میں اسلامی مآخذ کی فراہم کردہ معلومات کی تردید نہیں کرتے۔

تجزیہ

یہ بیان اس لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے کہ یہ کسی مسلمان عالم کا نہیں بلکہ قرآنی مخطوطات کے ایک ممتاز مغربی ماہر کا ہے اور اسی انسائیکلوپیڈیا میں شائع ہوا ہے جس میں رینالڈز نے جمعِ عثمانی کی روایت کو "قیاس آرائی اور مدافعت" کی پیداوار قرار دیا ہے۔ یوں ایک ہی انسائیکلوپیڈیا میں مخطوطات کا ماہر کہتا ہے کہ مادی شواہد

CC BY

اسلامی روایت کی تردید نہیں کرتے جبکہ ایک دوسرا مقالہ نگار (جو مخطوطات کا ماہر نہیں) اسی روایت کو غیر تاریخی کہتا ہے۔ علمی اصولوں کی رو سے کسی تاریخی واقعے کے بارے میں مادی شواہد کی گواہی نظریاتی قیاس آرائی پر مقدم ہے۔

مقالہ نگار نے اپنے زمانے کی احتیاط کے مطابق یہ بھی لکھا تھا کہ حجازی مخطوطات کی تاریخ کا تعین بنیادی طور پر خطاطی کے دلائل پر ہے اور ریڈیو کاربن تجزیے سے کچھ اشارہ مل سکتا ہے، اس لیے پہلی صدی ہجری کے نصفِ دوم کی تاریخ ابھی "عارضی" ہے اور آئندہ تحقیق اس پر روشنی ڈال سکتی ہے[101]۔ انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت کے بعد یہ آئندہ تحقیق سامنے آچکی ہے اور اس نے مقالہ نگار کی محتاط رائے سے بھی زیادہ قدیم تاریخیں ثابت کی ہیں۔ برمنگھم مخطوطے کے علاوہ صنعاء کے پیلمپسیسٹ کے بارے میں صادقی اور برگمان کی تحقیق (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ان تحقیقات کی روشنی میں قرآن کے حجازی مخطوطات کا زمانہ پہلی صدی ہجری کے نصفِ اول تک جاتا ہے جو جمعِ عثمانی کی روایت سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔

مقالہ نگار نے یہ ذکر بھی کیا ہے کہ صنعاء کے بعض حجازی اوراق میں ایسے متنی اختلافات بتائے گئے ہیں جو بعد کے ادب میں درج نہیں اور سورتوں کی ایسی ترتیب ملتی ہے جو نہ مصحفِ عثمانی سے ملتی ہے اور نہ ابن مسعود و ابی کے مصاحف سے[102]۔ یہ بیان گیرڈ روڈیگر پوئن کے ابتدائی مشاہدات پر مبنی تھا جو اس وقت تک تفصیل سے شائع نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں جب صنعاء کے پیلمپسیسٹ کا تفصیلی مطالعہ شائع ہوا تو معلوم ہوا کہ اس کی نچلی تحریر کے اختلافات اسی نوعیت کے ہیں جیسے مصاحفِ صحابہ کے بارے میں اسلامی روایات بیان کرتی ہیں (یعنی الفاظ کی تقدیم و تاخیر، مترادفات اور وضاحتی اضافے) جبکہ اس کی اوپر کی تحریر خالص عثمانی متن ہے[103]۔ یہ صورتِ حال بالکل وہی ہے جو اسلامی روایت بیان کرتی ہے۔ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اقدام سے پہلے صحابہ کے ذاتی مصاحف میں ایسے اختلافات موجود تھے اور اس اقدام کے بعد عثمانی متن نے ان کی جگہ لے لی۔ گویا صنعاء کا یہ مخطوطہ جسے ابتدا میں اسلامی روایت کے خلاف دلیل کے طور پر پیش کیا گیا اور بالآخر اسی روایت کا ایک مادی گواہ ثابت ہوا۔

منہجی محاکمہ: مشترکہ مفروضات اور ان کی کمزوریاں

گزشتہ صفحات میں چاروں مقالات کا الگ الگ جائزہ لیا گیا۔ اب ان کے مشترکہ منہجی مفروضات کو یکجا کر کے دیکھنا ضروری ہے۔

پہلا مفروضہ: روایت کو اس کے "مقصد" سے پرکھنا

برٹن اور رینالڈز دونوں کے مقالات میں یہ اصول کارفرما ہے کہ کسی روایت کی تاریخی حیثیت کا فیصلہ اس سوال سے کیا جائے کہ وہ کس عقیدتی یا فقہی "مقصد" کو پورا کرتی ہے۔ برٹن کے نزدیک جمعِ قرآن کی روایات نسخ کے نظریے کی خدمت کے لیے وضع ہوئیں[104] اور رینالڈز کے نزدیک جمعِ عثمانی کی روایت مسلمانوں کو اپنے مصحف کے آسمانی ہونے کا یقین دلانے کے لیے[105]۔ اس اصول کی کمزوری یہ ہے کہ یہ ایک امکان کو حقیقت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ کسی روایت کا کسی مقصد کے لیے مفید ہونا زیادہ سے زیادہ یہ امکان پیدا کرتا ہے کہ اسے گھڑا گیا ہو مگر اس امکان کو ثابت کرنے کے لیے ٹھوس شواہد درکار ہیں۔ مثلاً سند میں کسی ایسے راوی کی موجودگی جس پر جھوٹ کا الزام ہو یا روایت کا کسی ثابت شدہ حقیقت سے متصادم ہونا۔ محدثین نے روایت کی جانچ کا یہی طریقہ اختیار کیا جبکہ ان مقالات میں امکان کو ہی ثبوت سمجھ لیا گیا ہے۔

دوسرا مفروضہ: تحریری شواہد کو حفظ و تلاوت پر ترجیح

ان تمام مقالات میں قرآن کی حفاظت کا سوال بنیادی طور پر تحریری مصاحف اور ان سے متعلق روایات کے دائرے میں دیکھا گیا ہے جبکہ حفظ اور تلاوت کے متواتر سلسلے کو تقریباً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یہ بائبلی مطالعات کا اثر ہے۔ جہاں کسی متن کی تاریخ کا تعین صرف مخطوطات کے تقابل سے کیا جاتا ہے کیونکہ وہاں زبانی نقل کا کوئی مسلسل اور معتبر نظام موجود نہیں تھا۔ اس کے برعکس قرآن کی صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ امام ابن الجزری نے واضح کیا ہے کہ قرآن کی نقل میں اصل اعتماد سینوں کے حفظ پر ہے نہ کہ مصاحف کی تحریر پر اور یہی اس امت کی وہ خصوصیت ہے جو کسی اور امت کو حاصل نہیں[106]۔ ہر نسل میں ہزاروں حفاظ نے پورا قرآن اپنے اساتذہ سے سن کر یاد کیا اور اپنے شاگردوں کو منتقل کیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ کسی ایک مخطوطے میں املا کی غلطی یا کسی ایک روایت میں تفصیل کا

CC BY

اختلاف اس متواتر سلسلے کو متاثر نہیں کر سکتا۔ مغربی منہج جب اس سلسلے کو اپنے تجزیے سے خارج کر دیتا ہے تو قرآن کی تاریخ کی ایک ادھوری اور مسخ شدہ تصویر سامنے آتی ہے۔

تیسرا مفروضہ: اخبارِ آحاد اور شاذ روایات کو تواتر کے برابر رکھنا

ان مقالات میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابی اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے منسوب شاذ قراءتوں اور منفرد روایات کو اس طرح پیش کیا گیا ہے گویا یہ مصحفِ عثمانی کے ہم پلہ متبادل ہیں۔ حالانکہ علومِ قرآن کا مسلّمہ اصول یہ ہے کہ قرآن صرف وہ ہے جو تواتر سے ثابت ہو اور خبرِ واحد سے ثابت ہونے والی قراءت، خواہ اس کی سند صحیح ہی کیوں نہ ہو، قرآن نہیں بلکہ تفسیر یا شاذ قراءت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ اصول کوئی بعد کی "ایجاد" نہیں۔ خود لیمہوس نے تسلیم کیا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے نصفِ اول میں شاذ قراءتیں صرف تفسیری حیثیت رکھتی تھیں[107]۔ اس اصول کو نظر انداز کر کے شاذ قراءتوں کو نمایاں کرنا قاری کو یہ تاثر دیتا ہے کہ قرآن کا متن غیر یقینی تھا حالانکہ ان قراءتوں کا وجود دراصل اس بات کی دلیل ہے کہ امت نے قرآن اور غیر قرآن میں امتیاز کا ایک سخت معیار قائم رکھا۔

چوتھا مفروضہ: بائبلی سانچے کا اطلاق

وانزبرو کا یہ نظریہ کہ جمعِ عثمانی کی روایت یہودی کتبِ مقدسہ کی ترتیب (canon) کے تصورات کے نمونے پر بنائی گئی[108] اور رینالڈز کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو "نجات کی تاریخ" کی شخصیت قرار دینا[109]، دونوں بائبلی مطالعات کے سانچوں کو اسلامی تاریخ پر منطبق کرنے کی مثالیں ہیں۔ عہد نامۂ قدیم کی کتابوں کی ترتیب صدیوں پر محیط ایک عمل تھا جس کے بارے میں معتبر تاریخی معلومات بہت کم ہیں جبکہ قرآن کا نزول اور اس کی جمع صرف چند دہائیوں میں ایک ایسی جماعت کی آنکھوں کے سامنے ہوئی جس کی سوانح اور اسانید محفوظ ہیں۔ دونوں کو ایک سانچے میں دیکھنا تاریخی حقائق کے فرق کو نظر انداز کرنا ہے۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی نے اسی فرق کو اپنی کتاب میں تفصیل سے واضح کیا ہے[110]۔

اجماعِ صحابہ کی حیثیت کو نظر انداز کرنا

ان مقالات میں ایک اور اہم پہلو جسے نظر انداز کیا گیا، وہ جمعِ عثمانی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ مصحفِ عثمانی کی تیاری کوئی خفیہ یا انفرادی کام نہیں تھا بلکہ مدینہ منورہ میں جہاں اس وقت ہزاروں صحابہ موجود تھے، ایک کھلے اور اعلانیہ عمل کے ذریعے انجام پایا۔ ان صحابہ میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے پورا قرآن براہِ راست نبی اکرم ﷺ سے سنا اور حفظ کیا تھا۔ اگر مصحفِ عثمانی میں کوئی کمی بیشی ہوتی تو یہ ممکن نہ تھا کہ یہ پوری جماعت خاموش رہتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی جو پہلے نقل کی جا چکی ہے، اس اجماع کی واضح دلیل ہے[111]۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کے سیاسی اختلافات کے باوجود ان کا اپنی خلافت کے دور میں بھی اسی مصحف کو برقرار رکھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ مصحفِ عثمانی پر امت کا اتفاق کسی سیاسی دباؤ کا نتیجہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ وہ فرقے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شدید مخالف تھے، مثلاً خوارج، انہوں نے بھی کبھی ان پر قرآن میں تحریف کا الزام نہیں لگایا۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے ان کے خلاف ہر ممکن الزام تراشا، قرآن میں تحریف کے الزام کا نہ ہونا خود ایک بہت بڑی تاریخی شہادت ہے۔

پانچواں نکتہ: مغربی نظریات کا باہمی تضاد

ان مقالات کے مطالعے سے سب سے نمایاں بات یہ سامنے آتی ہے کہ مغربی محققین قرآن کی جمع وتدوین کے بارے میں کسی ایک نظریے پر متفق نہیں:

- برٹن کے نزدیک قرآن خود نبی ﷺ نے جمع کیا۔
- وانزبرو کے نزدیک اس نے تیسری صدی ہجری میں حتمی صورت اختیار کی۔
- کرون، کک، کازانووا اور منگانا کے نزدیک یہ کام عبد الملک کے زمانے میں ہوا۔
- شوالی کے نزدیک جمعِ صدیقی غیر تاریخی ہے۔
- مگر جمعِ عثمانی تاریخی؛ اور موٹسکی کے نزدیک جمعِ عثمانی کی روایات پہلی صدی ہجری تک پہنچتی ہیں[112]۔

CC BY

یہ نظریات ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اسلامی روایت کے کسی ایک حصے کو قبول اور دوسرے کو رد کرتا ہے جس کا معیار اکثر محقق کا اپنا مفروضہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی روایت ایک مربوط اور ہم آہنگ بیان پیش کرتی ہے جس کی تائید اب جدید مخطوطاتی شواہد بھی کر رہے ہیں۔ علمی اصول یہ ہے کہ جو وضاحت تمام شواہد کو سب سے زیادہ ہم آہنگ انداز میں سمیٹ لے وہی سب سے زیادہ قابلِ ترجیح ہے اور اس معیار پر اسلامی روایت ان تمام متبادل نظریات پر فوقیت رکھتی ہے۔

انسائیکلوپیڈیا کے مثبت پہلو

اس تنقید کے ساتھ یہ اعتراف بھی ضروری ہے کہ ان مقالات میں کئی قابلِ قدر پہلو موجود ہیں۔ لیمہوس کا یہ اعتراف کہ کوئی قبل از عثمانی مصحف دریافت نہیں ہوا[113]، موٹسکی کا اسنادی تجزیہ جو روایاتِ جمع کو پہلی صدی ہجری تک پہنچاتا ہے[114] اور برٹن کا یہ اعتراف کہ شاہی مصری ایڈیشن نے قرآن کے کسی "تنقیدی ایڈیشن" کو غیر ضروری بنا دیا[115]۔ یہ سب ایسے پہلو ہیں جن سے مسلم اہلِ علم علمی مکالمے میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی طرح ان مقالات نے اسلامی مآخذ، مثلاً ابن ابی داود کی "کتاب المصاحف"، ابن حجر کی "فتح الباري" اور سیوطی کی "الإتقان"، سے وسیع استفادہ کیا ہے جس سے مغربی قارئین کی ان مآخذ سے واقفیت میں اضافہ ہوا ہے۔

چند تجاویز

1۔ **اوّل:** جمع و تدوینِ قرآن کے موضوع پر مسلم محققین کو جدید مخطوطاتی تحقیقات، ریڈیو کاربن تجزیوں اور اسنادی تجزیے کے مغربی طریقوں سے پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیے تاکہ وہ اسی علمی زبان میں جواب دے سکیں۔

2۔ **دوم:** علومِ قرآن کی کلاسیکی کتب، خصوصاً "کتاب المصاحف"، "المقنع" اور "النشر في القراءات العشر" کے تنقیدی ایڈیشن اور تراجم عالمی زبانوں میں شائع کیے جائیں۔

3۔ **سوم:** انسائیکلوپیڈیا آف دی قرآن کے آئندہ ایڈیشن میں "Collection of the Qurʾān" جیسے بنیادی موضوعات پر مسلم ماہرینِ علومِ قرآن کے مقالات شامل کیے جائیں تاکہ قاری کے سامنے اسلامی موقف اس کے اپنے دلائل کے ساتھ آئے۔

خلاصۂ بحث و نتائج

جمع و تدوینِ قرآن کا موضوع معاصر قرآنی مطالعات کا سب سے زیادہ زیرِ بحث موضوع ہے اور برل کے انسائیکلوپیڈیا آف دی قرآن میں اس پر جان برٹن، فریڈرک لیمہوس، ہیر الڈ موٹسکی اور گیبریل سعید رینالڈز کے مقالات خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اس مقالے میں ان چاروں مقالات کا اصل متن کی روشنی میں جائزہ لیا گیا اور ان کے دعووں کو قرآن، صحیح احادیث، تواتر کے اصول، علمِ اسناد اور جدید مخطوطاتی شواہد کی کسوٹی پر پرکھا گیا۔ اس مطالعے سے درج ذیل نتائج سامنے آئے:

1۔ **اوّل:** انسائیکلوپیڈیا کے یہ مقالات جمعِ قرآن کے بارے میں کسی ایک موقف پر متفق نہیں۔ موٹسکی روایاتِ جمع کو پہلی صدی ہجری تک پہنچاتے ہیں، برٹن انہیں نسخ کے فقہی نظریے کی پیداوار قرار دیتے ہیں، رینالڈز انہیں "قیاس آرائی اور مدافعت" کا نتیجہ کہتے ہیں اور لیمہوس شاذ قراءتوں کو نمایاں کرنے کے باوجود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی قبل از عثمانی مصحف دریافت نہیں ہوا۔ یہ داخلی تضاد خود شکوک پر مبنی نظریات کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔

2۔ **دوم:** برٹن کا مرکزی نظریہ اس منہج پر قائم ہے کہ روایت کو اس کے فقہی "مقصد" سے پرکھا جائے۔ یہ منہج امکان کو ثبوت کا درجہ دے دیتا ہے اور موٹسکی کی اسنادی تحقیق سے رد ہو جاتا ہے جو ثابت کرتی ہے کہ روایاتِ جمع نسخ کے فقہی نظریے کی تشکیل سے پہلے موجود تھیں۔

3۔ **سوم:** آیتِ رجم اور مصاحفِ صحابہ کی شاذ قراءتیں، جنہیں برٹن نے اپنے نظریے کی دلیل بنایا، دراصل صحابہ کی غیر معمولی احتیاط کی دلیل ہیں۔ خلیفۂ وقت بھی اپنی ذاتی معلومات کی بنیاد پر مصحف میں ایک لفظ کا اضافہ نہیں کر سکتا تھا اور کسی بڑے سے بڑے صحابی کی قراءت بھی تواتر کے بغیر قرآن نہیں بنی۔

4۔ **چہارم:** ان مقالات میں حفظ اور تلاوت کے متواتر سلسلے کو جو قرآن کی حفاظت کا اصل ذریعہ ہے، تقریباً نظر انداز کر دیا گیا ہے اور قرآن کی تاریخ کو صرف تحریری شواہد کے دائرے میں دیکھا گیا ہے۔ یہ بائبلی مطالعات کے سانچے کا اطلاق ہے جو قرآن کی منفرد صورتِ حال سے مطابقت نہیں رکھتا۔

CC BY

5۔پنجم: انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت کے بعد سامنے آنے والے شواہد مثلاً برمنگھم مخطوطے کا ریڈیو کاربن تجزیہ، صنعاء کے مخطوطے پر صادقی اور برگمان کی تحقیق اور قرآنی رسم کی ابتدائی تکمیل پر سینائی کی تحقیق، اسلامی روایت کی تائید کرتے ہیں اور شکوک پر مبنی نظریات کو کمزور کرتے ہیں۔

6۔ششم: ان مقالات میں کئی قابلِ قدر اعترافات بھی موجود ہیں، جن سے علمی مکالمے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

ان نتائج کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ جمعِ قرآن کی اسلامی روایت ان تمام متبادل نظریات کے مقابلے میں زیادہ مربوط، زیادہ ہم آہنگ اور شواہد سے زیادہ مطابقت رکھنے والی ہے۔ قرآن کی حفاظت کا وہ الٰہی وعدہ جس کا ذکر سورۃ الحجر میں ہے، تاریخ کے آئینے میں بھی ایک ثابت شدہ حقیقت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ مسلم اہلِ علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ جدید علمی وسائل اور مغربی علمی زبان پر دسترس حاصل کرکے اس حقیقت کو عالمی علمی حلقوں کے سامنے دلیل کے ساتھ پیش کریں۔

حوالہ جات

---

(1)۔سورت الحجر،15:9۔

(2)۔*John Burton (b. 1929).* برطانوی مستشرق، اسکاٹ لینڈ کی سینٹ اینڈریوز یونیورسٹی میں عربی کے سینئر لیکچرر رہا۔ اس کی کتاب "*The Collection of the Qurʾān*" (1977ء) کا مرکزی دعویٰ یہ ہے کہ موجودہ مصحف خود نبی اکرم ﷺ کا مرتب کردہ ہے اور بعد کی روایاتِ جمع نسخ کے فقہی نظریے کو سہارا دینے کے لیے وضع کی گئیں۔

(3)۔*Frederik (Fred) Leemhuis (d. 2021).* ولندیزی (ڈچ) عرب دان، گرونینگن یونیورسٹی میں قرآنی علوم کا استاد رہا اور قرآن کا ولندیزی ترجمہ کیا۔

(4)۔*Harald Motzki (d. 2019).* جرمن مستشرق، ہالینڈ کی نائمیخن یونیورسٹی میں استاد رہا۔ اس نے اسناد و متن کے مشترکہ تجزیے (*isnad-cum-matn analysis*) کا طریقہ ترقی دیا۔

(5)۔*Gabriel Said Reynolds (contemporary; Ph.D. Yale, 2003).* امریکی محقق، نوٹرے ڈیم یونیورسٹی میں اسلامی علوم اور الٰہیات کا پروفیسر۔ قرآن اور بائبل کے تعلق پر اس کی متعدد کتب ہیں۔

(6)۔*Muhammad Mustafa al-Azami, The History of the Qur'anic Text from Revelation to Compilation, UK Islamic Academy, Leicester, (2003).*

(7)۔*Harald Motzki, "The Collection of the Qurʾān: A Reconsideration of Western Views in Light of Recent Methodological Developments", Der Islam, Vol. 78, No. 1, (2001), P. 1-34.*

(8)۔رحمٰن عشریہ، علی محمد میر جلیلی اور سید مہدی میرزابابائی، "تقييم لبحث جون برتون حول جمع القرآن في موسوعة القرآن الكريم"، آداب الكوفة، ج1، شمارہ35، (2018ء)، ص135-148۔

(9)۔سورت القیامہ،16:75-18۔

(10)۔محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، دار السلام، الریاض، (1999ء)، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبي ﷺ، حدیث نمبر:5003۔
شارحینِ حدیث کے مطابق اس روایت میں حصر انصار کے ایک خاص قبیلے کے لحاظ سے ہے، ورنہ مہاجرین میں سے بھی متعدد صحابہ حافظِ قرآن تھے۔

(11)۔محمد بن عیسیٰ الترمذی، الجامع، دار السلام، الریاض، (1999ء)، أبواب المناقب، باب في فضل الشام واليمن، حدیث نمبر:3954۔

(12)۔الجامع الصحیح للبخاری، حدیث نمبر:4998۔

(13)۔ایضاً، حدیث نمبر:4986۔

(14)۔احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دار المعرفہ، بیروت، (1379ھ)، ج9، ص14-15۔

(15)۔الجامع الصحیح للبخاری، حدیث نمبر:4987۔

(16)۔ایضاً، حدیث نمبر:4987۔

CC BY

(17)۔ابن حجر العسقلانی،فتح الباري،ج9،ص18۔

حافظ ابن حجر نے اس روایت کو ابن ابی داود کی "کتاب المصاحف" کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(18)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Brill, Leiden–Boston, (2001), Vol. 1, P. 350.*

(19)۔ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان ابن ابی داود السجستانی،کتاب المصاحف، تحقیق: آرتھر جیفری،المطبعۃ الرحمانیۃ،القاہرہ،(1936ء)۔

ابن ابی داود السجستانی (وفات:316ھ) امام ابو داود صاحب السنن کے فرزند تھے۔ان کی "کتاب المصاحف" جمعِ قرآن اور مصاحفِ صحابہ پر قدیم ترین دستیاب کتاب ہے۔

(20)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 350.*

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے بھی اپنے خطبات میں اس کی طرف اشارہ کر رکھا ہے۔دیکھیے: محمد حمید اللہ،ڈاکٹر،خطبات بہاولپور،ادارہ تحقیقات اسلامیہ،اسلام آباد،(2007ء)،ص16

(21)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Brill, Leiden–Boston, (2001), Vol. 1, P. 361.*

(22)۔محمد عبد العظیم الزرقانی،مناهل العرفان في علوم القرآن،مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی،القاہرہ،(1943ء)۔

(23)۔*Patricia Crone (d. 2015).*- ڈنمارک میں پیدا ہونے والی مستشرق،پرنسٹن کے انسٹی ٹیوٹ فار ایڈوانسڈ اسٹڈی سے وابستہ رہی۔"ترمیم پسند "مکتبِ فکر کی نمایاں نمائندہ تھی۔

(24)۔*Michael Allan Cook (b. 1940).*- برطانوی مستشرق،پرنسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر۔کرون کے ساتھ مل کر "*Hagarism*" لکھی تاہم اگرچہ بعد میں اس کے بعض مقدمات سے فاصلہ اختیار کیا۔

(25)۔تفصیل کے لیے دیکھیے:

John Wansbrough, Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation, Oxford University Press, Oxford, (1977).

Patricia Crone and Michael Cook, Hagarism: The Making of the Islamic World, Cambridge University Press, Cambridge, (1977), P. 3.

(26)۔*Estelle Whelan, "Forgotten Witness: Evidence for the Early Codification of the Qurʾān", Journal of the American Oriental Society, Vol. 118, No. 1, (January–March 1998), P. 1-14.*

(27)۔*Harald Motzki, "The Collection of the Qurʾān", P. 1-34.*

(28)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 351-361.*

(29)۔*John Burton, The Collection of the Qurʾān, Cambridge University Press, Cambridge, (1977), P. 160-189.*

(30)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 351.*

(31)۔*Harald Motzki, "Muṣḥaf", Encyclopaedia of the Qurʾān, Brill, Leiden–Boston, (2003), Vol. 3, P. 465.*

(32)۔*Theodor Nöldeke (d. 1930).*)"*Geschichte des Qorāns*- جرمن مستشرق،جن کی کتاب "تاریخ قرآن"،1860ء) مغرب میں قرآنی متن کی تاریخ پر بنیادی کتاب سمجھی جاتی ہے۔

(33)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 351.*

(34)۔سورت البقرہ،2:106۔

(35)۔سورت الاعلیٰ،87:6-7۔

(36)۔محمد بن محمد ابن الجزری،النشر في القراءات العشر،المطبعۃ التجاریۃ الکبریٰ،القاہرہ،(س۔ن)،ج1،ص6۔

(37)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 352.*

(38)۔الجامع الصحیح للبخاری،حدیث نمبر:6829۔

(39)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 358.*

(40)۔*Ibid, P. 353.*

(41)۔*Ibid, P. 358.*

CC BY

(42)۔*Ibid, P. 354.*

(43)۔*Ibid, P. 354.*

(44)۔الجامع الصحیح للبخاری، حدیث نمبر:4977۔

(45)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 358.*

(46)۔الجامع الصحیح للبخاری، حدیث نمبر:4986۔

(47)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 360.*

(48)۔*Ibid, P. 356-357.*

(49)۔الجامع الصحیح للبخاری، حدیث نمبر:4992۔

(50)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 358.*

(51)۔*Ibid, P. 360.*

(52)۔*Ibid, P. 360-361.*

(53)۔*Harald Motzki, "Muṣḥaf", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 3, P. 465.*

(54)۔*John Edward Wansbrough (d. 2002).* برطانوی مستشرق، جن کا نظریہ تھا کہ قرآن کا متن دوسری اور تیسری صدی ہجری میں عراق میں مرتب ہوا۔

(55)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 351.*

(56)۔*Gotthelf Bergsträsser (d. 1933).* جرمن عرب دان جس نے قرآن کے قدیم مخطوطات کی تصاویر جمع کر کے قرآن کا "تنقیدی ایڈیشن" تیار کرنے کا منصوبہ شروع کیا تھا۔1933ء میں اس کی ناگہانی وفات سے یہ منصوبہ ادھورا رہ گیا۔

(57)۔*Arthur Jeffery (d. 1959).* آسٹریلوی نژاد مستشرق، کولمبیا یونیورسٹی میں پروفیسر رہا۔ مصاحفِ صحابہ کی شاذ قراءتوں اور قرآن کے دخیل الفاظ پر اس کی کتب معروف ہیں۔

(58)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 361.*

(59)۔*Ibid, P. 361.*

(60)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 347.*

(61)۔*Ibid, P. 348.*

(62)۔*Ibid, P. 348-349.*

(63)۔*Ibid, P. 349.*

(64)۔*Ibid, P. 350.*

(65)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 359-360.*

(66)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 349.*

(67)۔*Ibid, P. 349.*

(68)۔مسلم بن الحجاج القشیری، الصحیح، دار احیاء الکتب العربیہ، القاہرہ، (1955ء)، کتاب الزکاۃ، باب لو أن لابن آدم وادیین لابتغی ثالثا، حدیث نمبر:1050۔

(69)۔*Gerd-Rüdiger Puin (b. 1940).* جرمن عرب دان اور خطاطی کا ماہر، جس نے یمن کے صنعاء مخطوطات کی بحالی کے منصوبے میں کام کیا۔ ان کے بعض بیانات کو مغربی ذرائع ابلاغ نے قرآن کے متن کے بارے میں سنسنی خیز انداز میں پیش کیا۔

(70)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 350.*

CC BY

(71)۔*Behnam Sadeghi and Uwe Bergmann, "The Codex of a Companion of the Prophet and the Qurʾān of the Prophet", Arabica, Vol. 57, No. 4, (2010), P. 343-436.*

(72)۔*Behnam Sadeghi and Mohsen Goudarzi, "Ṣanʿāʾ 1 and the Origins of the Qurʾān", Der Islam, Vol. 87, No. 1-2, (2012), P. 1-129.*

(73)۔حجاج بن یوسف الثقفی(وفات:95ھ)اموی خلیفہ عبد الملک اور ولید بن عبد الملک کے دور میں عراق کے سخت گیر گورنر تھے۔انہیں قرآن کے نسخوں میں نقطے اور اعراب لگوانے کے کام کی سرپرستی کا کریڈٹ بھی دیا جاتا ہے۔

(74)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 348.*

(75)۔*Estelle Whelan, "Forgotten Witness", P. 1-14.*

(76)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 350.*

(77)۔*Ibid, P. 351.*

(78)۔*Friedrich Schwally (d. 1919).* جرمن مستشرق، جس نے نولڈیکے کی "تاریخ قرآن" کے دوسرے ایڈیشن کی تکمیل کی۔

(79)۔*Paul Casanova (d. 1926).* فرانسیسی مستشرق، جس نے قرآن کی تدوین کو اموی خلیفہ عبد الملک کے زمانے سے منسوب کیا۔

(80)۔*Alphonse Mingana (d. 1937).* عراق میں پیدا ہونے والے کلدانی مسیحی، بعد میں برطانیہ میں مستشرق کی حیثیت سے کام کیا۔

(81)۔*Harald Motzki, "Muṣḥaf", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 3, P. 465.*

(82)۔*Ibid, P. 465.*

(83)۔*Ibid, P. 465.*

(84)۔*Harald Motzki, "The Collection of the Qurʾān", P. 1-34.*

(85)۔*Harald Motzki, "Muṣḥaf", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 3, P. 464.*

(86)۔*University of Birmingham, "Birmingham Qur'an manuscript dated among the oldest in the world", 2015.*
https://www.birmingham.ac.uk/news-archive/2015/birmingham-quran-manuscript-dated-among-the-oldest-in-the-world

(87)۔*Harald Motzki, "Muṣḥaf", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 3, P. 465.*

(88)۔الصحیح لمسلم، حدیث نمبر:2865۔
علمانے "پانی دھو نہیں سکتا" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ کتاب صرف کاغذ پر نہیں بلکہ سینوں میں محفوظ ہے، اس لیے تحریر کے مٹ جانے سے ختم نہیں ہو سکتی۔

(89)۔سورت العنکبوت،29:49۔

(90)۔*Gabriel Said Reynolds, "ʿUthmān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Brill, Leiden–Boston, (2006), Vol. 5, P. 409-410.*

(91)۔*Ibid, P. 409.*

(92)۔*Ibid, P. 410.*

(93)۔*Harald Motzki, "Muṣḥaf", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 3, P. 465.*

(94)۔*Nicolai Sinai (contemporary; Professor at the University of Oxford).* جرمن نژاد محقق، آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی علوم کا پروفیسر۔ قرآن کی تاریخ اور اس کے ادبی ڈھانچے پر اس کا کام معروف ہے۔

(95)۔*Nicolai Sinai, "When Did the Consonantal Skeleton of the Quran Reach Closure? Part I", Bulletin of the School of Oriental and African Studies, Vol. 77, No. 2, (June 2014), P. 273-292.*

CC BY

(96)۔*Gabriel Said Reynolds, "ʿUthmān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 5, P. 410.*

(97)۔*François Déroche (b. 1952).* - فرانسیسی محقق، پیرس کے کولیج دی فرانس میں "تاریخ قرآن: متن اور نقل" کی چیئر پر فائز رہا۔ قرآن کے قدیم مخطوطات اور عربی خطاطی کی تاریخ کے عالمی سطح پر ممتاز ماہر سمجھا جاتا ہے۔

(98)۔*Agnes Smith Lewis (d. 1926).* - اسکاٹ لینڈ کی مسیحی محققہ، جس نے اپنی بہن کے ساتھ سینائی کے دیرِ سینٹ کیتھرین سے متعدد قدیم مخطوطات دریافت اور شائع کیے۔

(99)۔*François Déroche, "Manuscripts of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Brill, Leiden–Boston, (2003), Vol. 3, P. 255.*

(100)۔*Ibid, P. 256.*

(101)۔*Ibid, P. 257.*

(102)۔*Ibid, P. 256.*

(103)۔*Behnam Sadeghi and Mohsen Goudarzi, "Ṣanʿāʾ 1 and the Origins of the Qurʾān", P. 1-129.*

(104)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 360.*

(105)۔*Gabriel Said Reynolds, "ʿUthmān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 5, P. 410.*

(106)۔ابن الجزری، النشر، ج1، ص6۔

(107)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 349.*

(108)۔*Ibid, P. 351.*

(109)۔*Gabriel Said Reynolds, "ʿUthmān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 5, P. 410.*

(110)۔*Muhammad Mustafa al-Azami, The History of the Qur'anic Text from Revelation to Compilation.*

(111)۔ابن حجر العسقلانی، فتح الباري، ج9، ص18۔

(112)۔تفصیل کے لیے دیکھیے:

Harald Motzki, "Muṣḥaf", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 3, P. 465.

Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 351.

(113)۔*Frederik Leemhuis, "Codices of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 347.*

(114)۔*Harald Motzki, "Muṣḥaf", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 3, P. 465.*

(115)۔*John Burton, "Collection of the Qurʾān", Encyclopaedia of the Qurʾān, Vol. 1, P. 361.*